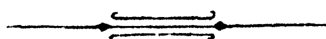
۷۸۶

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

سوانح حیات و مکتوبات

پنگل ونکٹ جنار دھن ریڈی ۔ بی یس سی آنجہانی



مرتبہ

پنگل ونکٹ راما ریڈی دیسمکھ

سشن جج صدر عدالت گلشن آباد و میدک

مطبوعہ عماد پریس

فہرست مضامین



SRI PINGLE JANARDAN REDDY

B. Sc (BRISTOL)

BORN CHEGOMMA
5-9-1903

DIED BERLIN
31-1-1929

تمہید

پنگل جنار دھن ریڈی صاحب کا تعلق وجیانا گرم کے راجہ کے فوجی
افسروں کے خاندان سے تھا مہاراجا دیہی راج رام دیو کی شکست کے بعد
(جو ۱۵۶۴ء میں واقع ہوئی) تین بھائی روزگار کی تلاش میں سفر کے لیے
نکلے ۔ راستہ میں ملار ڈی پلی (جو ضلع کریم نگر کے پرکال تعلقہ کا ایک گاؤں ہے)
کے قریب وہ ایک درخت کے نیچے سو گئے ۔ ایک بھائی نے خواب میں
دیکھا کہ اگر وہ فوراً روانہ ہو جائیں تو انہیں سلطنت یا ایک بڑی جاگیر
ملیگی ۔ آس پاس کا ملک راجہ چندراگیری کے قبضہ میں تھا جس کا ظلم
و ستم مشہور تھا اور جو دکنی حکومت کا باجگزار تھا ۔ اُس نے والیٔ تاج و
تخت سے (جسکا وہ نمک خوار تھا) لڑنے کیلئے ایک فوج تیار کی تھی ۔
اُس کی بدعنوانیوں اور ستم رانیوں کی وجہ سے رعایا اُس سے ناخوش تھی
تینوں بھائی صبح کے وقت مقطعہ کے قریب پہنچے (جس کے کھنڈر
چندراگیری کے پہاڑ پر جو ملار ڈی پلی کے قریب ہے ابھی تک پائے جاتے
ہیں) اور چندراگیری کے راجہ کو شکست دینے اور مار ڈالنے کے بعد قلعہ پر

قابض ہوگئے۔ اُنھوں نے شہنشاہِ دکن کے نائب کو کہلا بھیجا کہ ہم نے یہاں قبضہ جما دیا ہے اور ہم برابر حسبِ معمول خراج ادا کیا کریں گے۔ نائب نے اُس کل رقم کا مطالبہ کیا جو راجہ چیندراگیری کے ذمہ تھی اور بناء بریں اُن پر نگرانی قائم کردی۔

اس دوران میں وجیانگر کا ایک دوسرا دولتمند شخص کا جو اپنی کل جائداد کیساتھ بیچ کر نکل گیا تھا اس طرف سے گزر ہوا۔ اور یہہ معلوم کرنیکے بعد وجیانگر کے بعض لوگ اور عزیز و اقارب وہاں مقید ہیں اُس نے نائب سے کہا کہ اگر یہہ علاقہ مجھے دیدیا جائے تو میں پورا خراج ادا کردیتا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک بھائی لاپتہ ہوگیا اور بقیہ دونوں بھائیوں نے خوشی کیساتھ اپنے حقوق نووارد کو منتقل کردئے تاکہ آزادی حاصل کریں۔

کچھ دنوں کے بعد تیسرا بھائی نمودار ہوا اور اُس نے جائداد کا مطالبہ کیا۔ چونکہ انتقال حقوق کے دستاویز پر اُس کی دستخط نہ تھی اس لیے اُس علاقہ کا ایک تہائی حصہ اُسے دیا گیا۔ ینگل خاندان کے لوگ اُسی کی اولاد میں سے ہیں۔ کسی زمانہ میں اس خاندان کے لوگ وجیانگر کے راجہ کی فوج کے افسر تھے۔ بعد میں اُنھوں نے قطب شاہی اور آصف جاہی فرمان روانِ دکن کی وفادارانہ اطاعت کی اور قابلِ تعریف خدمات

انجام دیں۔

متوفی پنگل وینکٹ راما ریڈی کے فرزند اکبر تھے۔ پنگل وینکٹ راما ریڈی صاحب کو حیدرآباد میں ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ اُن کے متعلق مجھے زیادہ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ تعلیم سے اُن کو جو شغف ہے اُس کا اظہار نہ صرف اپنے لڑکوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت سے ہوتا ہے بلکہ اپنے فرقہ کی تعلیم کے لئے ریڈی بورڈنگ ہاؤس اور لائبریری کے قیام سے بھی ہوتا ہے جس کے وہ سرپرست اور نگرانکار ہیں۔ پرانے خیال کے رائج الاعتقاد لوگوں کی مخالفانہ رائے کے باوجود انھوں نے ۱۹۱۱ء میں اپنے بھائی کرشنا ریڈی کو معہ دو رڈیوں کے انگلستان بھجوادیا۔ اس کے بعد ایک تانتا بندہ گیا۔ اور انھوں نے ۵ اگسٹ ۱۹۲۲ء کو اپنے بڑے بیٹے پنگل جناردھن ریڈی کو انگلستان بھیجا۔ اُن کے ساتھ، این۔ این ریڈی انجنیرنگ کے لئے، آر۔ ڈی ریڈی قانون کیلئے اور ٹی یس ریڈی سائنس کے لئے اسی تاریخ پر روانہ ہوئے اُس وقت متوفی کی نانی بستر مرگ پر پڑی ہوئی تھیں اور اُن کی والدہ سخت بیمار تھیں لیکن اُن کے والد نے چونکہ اپنے لڑکوں کو انگلستان بھیجنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا، اس لئے انھوں نے اِن تمام موانعات کو نظرانداز کرکے ہنسی خوشی کیساتھ اپنے بچوں کو انگلستان بھجوادیا۔

آنجہانی سے ذاتی طور پر مجھکو واقفیت نہ تھی لیکن حیدرآباد میں
بحیثیت طالب علم وہ جو کچھ کرتے تھے اوس کے دیکھنے اور بزمانہ
قیام یورپ اون کے عملیات کو (بذریعہ اونکے مکاتبات) مشاہدہ
کرنے کا موقع حاصل تھا۔ یہ صاحب غیر معمولی ذکاوت کے نوجوان
آدمی تھے۔ یہاں پر اون کا جو کتب خانہ تھا اوس میں نہایت اعلیٰ
درجہ کی اور تازہ تصنیف کتابیں رسالہ جات بشمول رسالہ سائینٹفک
امریکن موجود رہتے تھے۔ چونکہ اون کو تقریباً تمام اہم موضوعات سے
از فن طباخی تا اعلیٰ مسائل سائنس دلچسپی تھی اون کے معلومات نہایت
وسیع اور گوناگون تھے۔ برقیات میں اون کو بالخصوص مہارت تھی
اور اون کے بنگلہ میں جو برقی تنصیبات تھے اون کا کام بدست خود
انجام دیتے تھے برقی قوت سے اشارہ دینے کی ترکیب اُنھوں نے
قایم کرلی تھی بلکہ اپنے اور اہل محلہ و احباب کے مکانوں میں لاسلکی سلسلہ
قایم کرلیا تھا۔ ان کی نشو و نما اگرچہ ایک قدامت پسند خاندان میں
ہوئی تھی لیکن فرقہ وارانہ احساسات سے مبرا تھے اور ہر شخص کے
ساتھ اُس کی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے سلوک کے خواہاں تھے
انصاف کا احساس نہایت قوی رکھتے تھے۔ معاشرتی اصلاح کے
متعلق ان کے خیالات نہایت ہی بلند پایہ تھے اور طبقہ اناث

کی ترقی کے خواہاں تھے۔

یورپ کی طالب علمی کے زمانہ میں اپنا کالج کا کام نہ صرف سب سے اچھا کرتے تھے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہمیشہ یہہ تجویزیں کرتے رہتے تھے کہ وطن واپس جاکر کیا مشغلہ رکھینگے۔ لوگوں کی موجودہ جبری وابستگی زراعت کے نسبت بالکلیہ متفق نہ تھے بلکہ صناعت کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ اس موضوع پر ہندوستان میں جو کچھ مضامین وکتب شایع ہوتے تھے اون کو طلب کرکے بنظر تنقید مطالعہ کرتے تھے اور اس قلمرو میں جو بزور بافراط پیدا ہوتے ہیں اُن سے روغن نکالنے۔ ہڈی ریزہ کرنے اور فرنیچر سازی کے طرف اپنی توجہ منعطف کرنا چاہتے تھے۔ ہندوستان کے سیاسی ارتقا پر بھی اون کی نظر تھی اور آخر میں اون کا قوی عقیدہ اس نظریہ پر ہوگیا تھا کہ ہندوستان ہندوستانیوں کیلئے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اون کے والدین کو اس بات کی فکر دامنگیر تھی کہ سیاسیات میں وہ دخل نہ دیں۔ اونھوں نے اکثر صاف طور پر اپنے والدین سے یہہ کہہ دیا کہ "سیاسیات انقلاب کا مترادف نہیں ہے" صاف گوئی کو وہ نہایت دقیع سمجھتے تھے اور اپنے کسی ایک خط میں تقریباً تین سال قبل اوس سیاسی حالت کی

نسبت اونھوں نے پیشین گوئی کردی تھی اور سچی پیشین گوئی کی تھی
جو موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے اندر دیکھی جارہی ہے میں
یہاں پر عرض کرونگا کہ تقریری سیاسیات کا میں قطعی مخالف ہوں
اور قدامت پسندوں کا قدامت پسند ہوں - مگر موجودہ نسل میں
غیر ذمہ دارانہ حکومتی اصولوں کی وجہ سے تاب صبر باقی نہیں
رہی ہے - اور وہ اصلی ہمدردی اور حقیقی بہی خواہی ہند کی خواہاں
ہے - مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمدرد یوروپین پروفیسر اور عہدہ دار
جن پر مجھکو ناز تھا اور اب بھی ہے وہ سب کے سب رخصت ہوچکے
ہیں اور ہندوستان اس قسم کے یوروپین افراد سے بھرا ہوا ہے
جو اہل ہندوستان کے ساتھ وہ سلوک کرنا نہیں چاہتے ہیں جو
ہونا چاہئے - پھر یہہ کہ جو طالب علم بغرض تعلیم انگلستان جاتے
ہیں اون کے ساتھ بیرون برابرتار کیا جاتا ہے تا اینکہ جب وہ
واپس آتے ہیں تو نام نہاد اینگلو انڈین عہدہ داروں کے خلاف
نہایت سخت بددلی ساتھ لاتے ہیں - فی زمانہ اس بات کا کوئی
خیال نہیں کیا جاتا ہے کہ جیسا دیجئے ویسا ہی لیجئے -

ایسی صورت میں کوئی تعجب نہیں کہ اس اصول کے نسبت
"ہندوستان ہندوستانیوں کیلئے ہے" وہ گاہ بگاہ شدید خیالات کا

اظہار کریں لیکن اون کے دل میں حقیقتاً کوئی بد دلی انگریزوں کے خلاف نہیں تھی اور نہ اہل جرمنی کے ساتھ کوئی خاص رغبت تھی اس لئے کہ اون کا یہہ خیال صحیح تھا کہ دونوں قومیں ہندوستان کو اپنے اپنے اغراض کے لئے چاہتی ہیں۔

اپنے باپ کی طرح خود ایک بڑی قوتِ ارادی رکھتے تھے اور جس چیز کی خواہش کرتے تھے اوس کو حاصل کر لیتے تھے جرمنی کی ایک نہایت بڑی انجینیرنگ کمپنی کے چیف انجینیر کی حیثیت سے وطن واپس ہونے والے تھے کہ پنجۂ موت نے اون کو ہم سے چھین لیا۔ البتہ میں یہہ پھر کہونگا کہ اونھوں نے ہر اوس چیز کو پالیا جس کو چاہا مگر اون کے والدین نے نہ پایا مشیت ایزدی یونھیں تھی۔ حقیقی تسکین قلب کے لئے میں یہہ ضرور کہونگا کہ موجودہ عہد و نسل کے لئے آنجہانی کی ہستی ایک بڑی ہستی تھی۔

آنجہانی کی ایک یا دو عوامی تقریریں اس کے ساتھ شایع کی جاتی ہیں۔

یم۔ بی۔ سبا راؤ وظیفہ یاب مہتمم تعلیمات سرکار عالی

وینکٹ جنار دھن ریڈی آنجہانی

سوانح حیات کی ترتیب کے دستور کی قدامت کا صحیح کھوج لگانا تقریباً ناممکن العمل ہے۔ ہماری واقفیت تاریخ و تمدن اسلاف اسی پر منحصر رہی ہے۔ ایسی ترتیب مختلف اہم وجوہ ذیل پر مبنی ہوا کرتی ہے۔ یہہ کہ مرحوم کو حیات دوام حاصل ہو جائے اور زیادہ اہم سبب ایسے ہونہار اشخاص کے تدریجی ارتقاء پر افراد موجودہ و آئندہ کو تنقیدی نظر ڈالنے کا موقع مل سکے اور بالآخر وہ "خذ ما صفا دع ما کدر" پر حامل ہوں۔ ترتیب سوانح کی ذمہ داری ہمیشہ ان افراد پر ہوا کرتی ہے جو مرحوم سے قریب تر تعلق رکھتے ہوں یا معلومات صحیحہ ان کو حاصل رہیں اس طرح بمصداق:۔

"قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" یہہ منصب بھی مجھے حاصل ہوا ہے لہذا میں ایک بدنصیب باپ ہونیکی حیثیت سے اس فرض کو بھی ادا کئے دیتا ہوں اور اپنے لختِ جگر مسٹر وینکٹ جنار دھن ریڈی آنجہانی

کے سوانح حیات کو قلمبند کرتا ہوں ۔ ماں باپ اور اولاد کا باہمی تعلق محتاج توضیح نہیں ہے ۔ اس کے بعد ان کی عین عنفوان شباب کی موت اولاً وہ معمر ماں باپ کیلئے کس قدر باعث صد رنج والم ہے اس کی توضیحات سے متقدمین کے نظم و نثر بھرے پڑے ہیں ان کی صراحت تحصیل حاصل اور باعث طوالت مضمون اصلی ہوگی ۔

اس مضمون کو قلمبند کرنے سے میری غرض و غایت صرف اسقدر ہے کہ بنی نوع انسان کچھ نہ کچھ استفادہ کر سکیں اگر اس سے نتائج مفید حاصل ہوں تو یہ سمجھونگا کہ سب کچھ کھو کر بھی میں نے بہت کچھ پالیا اب میں نفس مضمون کے جانب رجوع کرتا ہوں ۔

میری آرزو

میں ہمیشہ بھگوان سے پرارتھنا کیا کرتا تھا کہ اگر مجھے اولاد سے سرفراز فرمائے تو وہ صفات ذیل سے متصف ہو " خدا ترس ۔ بھوت دیا ۔ دھرم انصاف اور سچائی پر کاربند ۔ عزت و آبرو نیز خورد و بزرگ کی عزت کا حسب مراتب خیال رکھنے والی ہو ۔

جہاں میری ہر آرزو ثمر ور ہوئی وہاں بھگوان نے میری پرارتھنا کو بھی شرف قبولیت عطا فرمایا لیکن ہماری بدنصیبی کا کیا کہنا کہ بمصداق

"روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد" جوان عمری میں اس نے ہم کو داغِ مفارقت دائمی دے گیا۔ بمصداق:—

"پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے حسرت اون غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے"

لیکن بالآخر مجھے بھی اس مقولہ نے صبر کے جانب رجوع کر دیا کہ

"مشیت ایزدی میں چارہ دم زدن نہیں"

پیدایش

یہہ نونہال بتاریخ شوبھہ کرت نام سمتھ سر بہادریدہ سدی ہم مطابق ۲۹ مہر ۱۳۱۲ف موافق ۵ ستمبر ۱۹۰۳ء روز شنبہ بوقت ایک ساعت روز بمقام موضع چیگما تعلقہ کھمم ضلع ورنگل اپنے نانیالی گھر میں عدم سے عالم وجود میں آیا حسن اتفاق تو دیکھئے کہ اس روز ہندوؤں کی تھوار انت چودس کی وجہ دکن و ہندوستان میں بطور عید ہنود تعطیل تھی۔ برہمن منجین نے اپنے فنی تحقیق و تدقیق کے بعد یہہ حکم لگایا تھا کہ یہہ لڑکا نامور شجیع۔ لایق۔ ہمدرد بنی نوع انسان ہوگا۔ وقت پیدائش سے دونوں جانب کے خاندان یعنے پدری و مادری کو انتہائی مسرت حاصل ہوگی۔

چنانچہ یہی ہوا۔ اس لڑکے کا نام بقاعدۂ نجوم وینکٹ جنار دھن ریڈی رکھا گیا خاندان پدری میں یہہ لڑکا بلحاظ سن چھوٹا تھا اسلئے اسکی دادی نے

اپنے آغوش شفقت میں پوری غور و پرداخت آرام و آسایش کے ساتھ اسکی پرورش کرنی شروع کی یہہ نہ صرف اپنے والدین اور چچاؤں کا چاہتا بچہ تھا بلکہ نانیالی خاندان میں بھی بسبب عدم موجودگی اولاد نرینہ اس کی خاص آؤ بھگت و محبت تھی ۔

اس کے نانا اور نانی اس کی جدائی پر ہمیشہ بیقرار رہتے اور یہی صورت اس کی دادی اور دوسرے خاندان پدری کی ہوتی جب یہہ ان کے ساتھ نہ ہوتا ۔

علالت

جب اس کی عمر (۱۰) ماہ کی ہوئی اور یہہ اپنے نانیال میں تھا اس کے نانا اور نانی نے اس کیلئے منّت مانی تھی جو بمقام موضع گارلہ جاگیر تکمیل کو پہنچانی تھی کمسنی کی وجہ میں نے اس سفر کی مخالفت بھی کی لیکن اعتقاد راسخ کے مقابلہ میں میری ایک بھی نہ چلی بالآخر یہہ سفر اس طرح شروع ہوا کہ ایک روز سویرے بذریعہ بنڈیاں کل ساتھی چیگما سے گارلہ کے جانب روانہ ہوئے ۔ راستہ میں بمقام موضع گولہ گورم اجارہ چند ساعت آرام لئے ۔ بالآخر شام میں منزل مقصود گارلہ پہنچ گئے جہاں ایک چاتان کے مکان میں مقیم ہوئے ۔ رات تو آرام سے

بسر ہوئی لیکن سویرے (۴۸) ساعت ایک قسم کی پریشانی خورد و بزرگ کے لاحق ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وینکٹ جناردھن ریڈی کو مرض مرگی لاحق ہوا ہے۔ تمام جسم سیاہ پڑگیا اور یہہ بے ہوش ہے۔ دیہاتی طریقۂ علاج کے تحت تاف۔ سر۔ پیشانی داغے گئے جس سے ہوش تو درست ہوئے لیکن دن و رات کے چوبیس گھنٹوں میں اس عارضہ کا چار دفعہ دورہ ہوا۔ جس سے ہر وقت جذبات مایوسی طاری ہوجایا کرتے تھے۔ اس کے بعد مختلف زمانہ میں متعدد عوارضات سے دوچار ہوا لیکن کوئی قابل ذکر نہ تھا۔

ان حالات پر غور کرنیکے بعد یہہ معلوم ہوگا کہ وقت موت عالم طفولیت نہ تھا بلکہ عنفوان شباب۔

وارفتگی سفر بہ ایام طفولیت

جب اس لڑکے کی عمر ایک سال تین ماہ کی ہوئی۔ اس کے جذبات میں ایک خاص قسم کی تبدیلی محسوس کی جانے لگی وہ سفر کا بڑا شایق پایا گیا۔ یہہ ایک فطری جذبہ ہے کہ اولاد اور وہ بھی بحالت صغر سنی اپنی ماں سے بہت کم جدا ہونا پسند کرتی ہے لیکن یہہ تھا کہ اپنی نانی اور دادی کے ساتھ بلا ہم سفری والدہ جہاں چاہیں چلا جایا

کرتا ۔ اور کبھی بھی اپنی والدہ کا خیال اپنے ذہن میں نہ لاتا تھا۔

ذہانت و خود داری بعمر یکسال چھ ماہ

جب اس کی عمر یکسال چھ ماہ کی ہوئی اس میں ذہانت اس غضب کی تھی کہ اگر اس کو کسی شئے کی ضرورت ہوتی تو وہ کسی کا ہاتھ پکڑ لیتا اور اس کو شئے مطلوبہ تک لیجاتا اور اس شئے کو حاصل کرتا۔ لیکن اگر دوسرا شخص اسی شئے کو دیتا تو وہ کبھی نہ لیتا یہہ اس کی خود داری آخر دم تک قائم رہی ۔

نانا کا انتقال اور ان کی حالت پر مختصر تبصرہ

جب یہہ لڑکا یکسال چھ ماہ (۴) یوم کا ہوا ان کے نانا یعنے میرے خسر جناب اینگال وینکٹ نرسیا صاحب نے اپنے عمر کے اڑتیسویں سال بتاریخ وشورس نام سمت چھر چیتر سدہ (۸) مطابق ۱۰؍ خورداد سنہ ۱۳۱۴ف موافق ۱۴؍ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء بوقت (۸) ساعت دن بمقام کھمم انتقال کیا ۔

مرحوم کشتی پہلوان اور ماہر فن بنوٹ تھے ۔ گھوڑے کے شاہسوار تھے شجاعت بھی خاص قسم کی تھی کہ شیر اور دوسرے درندوں کا

شکار زمین پر کھڑے ہو کر کیا کرتے تھے ۔ یہی نہیں ایک دفعہ انھوں نے یکّہ و تنہا اکیس مشہور و اشتہاری ڈاکوؤں کے جتھّے کو بڑی دلیری سے گرفتار کر کے کوتوالی کے تفویض کر دیا تھا ۔ ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے کہ اسٹیشن چنتا کانی سے کھمّم تک ایک گڈس ٹرین کے ساتھ ساتھ گھوڑے دوڑا کر شرط جیت لی تھی ۔ بالآخر یہہ اسی بہادری کے ضمن میں نذر اجل ہوئے یعنی بمقام کنہائے پالم ایک بیل وحشی ہو گیا تھا اور لوگوں کو اپنی سینگوں سے مار گرایا کرتا تھا ۔ چنانچہ انھوں نے تنہا اس بیل کے سینگوں کو پکڑ لیا اور رسی سے باندھ دیا ۔ سو و اتفاق کو دیکھو کہ وہ رسی توڑ چکا تھا اور حملے کے لئے قابو طلب تھا کہ رات کے ساڑھے نو بجے یہہ اپنے مکان سے دوسرے ملحقہ مکان کے جانب روانہ ہوئے معاً بیل حملہ آور ہوا اور انھوں نے اس کو ایک لٹ رسید کی لیکن لٹ ٹوٹ گئی ۔ بیل پھر سے حملہ آور ہوا اور انھوں نے اس ٹکر کو اپنی کلائی کے بل لیا ہاتھ اور کلائی ٹوٹ گئی ۔ بالآخر لوگ جمع ہوئے اور بیل پر قابو حاصل کیا گیا اور ان کے ہاتھ کی مرہم پٹی ہوئی تکلیف کی شدت سے کمان بائی کا عارضہ لاحق ہوا ۔ ڈاکٹروں نے ہر چند سعی کی لیکن وہ لاحاصل ہی رہی اور بالآخر انھوں نے داعی اجل کو لبیّک کہا ۔

شعبۂ انجینیرنگ کے جانب میلان طبع

جب اس لڑکے کی عمر دو ڈھائی سال کی ہوئی اس کے جذبات میں شعبۂ انجینیرنگ کا میلان نمایاں ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ ہماری عدم حاضری میں آلۂ گراما فون کو الٹ پلٹ کر دیتا اور اس کو کھولنے کی سعی میں مصروف ہوجاتا جب کبھی ہم اس کو دیکھ پاتے فوراً سنبھل جاتا۔ جب اشارہ میں سرزنش بھی کی جاتی تو وقتیہ طور پر وہ نادم بھی ہوجاتا لیکن اس مشغلہ کو جاری ہی رکھتا۔

اس طرح سوڈا واٹرمشن۔ بائسکل وغیرہ کے نسبت بھی اسی نہج کا عمل کرتا۔ بعض اوقات سوڈے کے بوتل ٹوٹ جاتے اور اتفاقی طور پر ہر کسی گزند سے محفوظ رہتا۔

آغاز تعلیم

جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی عزیزی کرشنا ریڈی نے چند ہندسوں کو
از بر کرایا اور جمع و تفریق وغیرہ کی تعلیم بذریعہ جمع و تفریق ریزہ ہائے سنگ اس
خوبی سے دی کہ اس نقش اولین نے اس کے دماغ پر اس قدر گہرا اثر کیا کہ
وہ عمر بھر کبھی بھی کسی حسابی امتحان میں ناکام نہ رہا اور ہمیشہ اس کو اپنے
ہم درس طلباء کے مقابلہ میں اولیت ہی حاصل رہی

اس خاص نوعیت کے طرز تعلیم کا رائج کرنا تجربتاً مفید ترین ثابت
ہوا۔ جو دوسروں کے لیے ہدایت کا کام دیسکتا ہے۔

ف۔ اس کے بعد تلنگی حروف اور حسابی پہاڑے یاد کرائے گئے۔

ف۔ جب عمر کا پانچواں سال شروع ہوا۔ ایک استاد بغرض تعلیم مقرر کیا گیا
یہ تعلیم دیہاتی نہج پر نہیں تھی جس کا بالعموم رواج ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں
کم از کم چودہ گھنٹے بچے مقید کر کے انہیں تعلیم دیجاتی ہے۔ بلکہ صبح و شام
ایک ایک گھنٹہ اور وہ بھی کھیل کود کی طرح نہ کہ جبر و تشدد کے تحت ان اوقات
تعلیم میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا بالآخر یہ مدت (۵) گھنٹے تک ترقی کر گئی۔

جب تلنگی مختصر اور چھوٹے جملوں کے لکھنے پڑھنے کی صلاحیت پیدا
ہوگئی تو انگریزی حرف شناسی کا آغاز ہوا۔

صفات حسنہ

یہ لڑکا لیاقت کے ساتھ ساتھ ذہانت راست بازی۔ خودداری کے

جمیع لازوال وان مول صفات سے متصف تھا۔

یہی خوبیاں انکی شخصی عزت کا باعث ثابت ہوئیں۔ عزیزاں کرشنا ریڈی ورنگاریڈی اور تمام اراکین خاندان اس کو اسی طرح محبوب رکھتے تھے کہ ان کی اس محبت میں دوسرا برابر کبھی بھی حصہ دار نہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ ان ارکان خاندان کی عزت کرتا تھا اور اس میں راست بازی بدرجہ اتم موجود تھی۔ اور اس کے اظہار میں کبھی بھی کوتاہی نہ کرتا تھا۔ جو اگرچیکہ مبنی برحقیقت ہوتی تاہم بعض وقت چونکہ بے موقع ہوتی اس لیئے تلخی کا غالب پہلو رکھتی تھی لیکن صداقت کی کامیابی یقینی ہوا کرتی ہے اس لئے ہم کو ماننا ہی پڑتا اور اس کی وقعت کا عمیق اثر قلب میں گھر کرہی جاتا۔ مگر اس کے اظہار سے محض اس وجہ اجتناب کیا جاتا تھا کہ کہیں اس میں غرور نہ پیدا ہوئے۔ اگرچیکہ اس کے بعد اور اولاد ہوئی لیکن یہہ خاندان بھر میں بہت عزیز تھا۔ اس کی ہر جائز خواہش پوری کیجاتی تھی ہم تو ماں باپ ہی ہیں۔ لیکن عزیزاں کرشنا ریڈی اور رنگاریڈی ہم سے زیادہ اس کو محبت کرتے تھے اس کے بچپن سے ہی اس کے ساتھ نہ صرف پسرانہ برتاؤ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ برادرانہ بھی۔ جب اس کی کوئی خواہش مجھ سے پوری نہ ہوئی تو بذریعہ رنگاریڈی مجھ پر اثر ڈال کر اور بعض اوقات بلا مجھ پر اثر ڈالے ان سے پوری کروالیتا تھا۔ گویا تمام اراکین خاندان کی بیحد محبت کے

باعث وہ گھر میں بادشاہت کرتا تھا اس کی کوئی خواہش رد نہیں کیجاتی تھی
وہ زمانہ طفولیت سے ہی مستورات میں جیسا کہ عام طور پر بچے رہا کرتے
ہیں رہتا اور نہ ان کے پاس سوتا تھا۔ اکثر مردانہ میں ہی رہتا راتوں کو
چچاؤں کے پاس سویا کرتا تھا۔ اس کو اپنی ماں کے بعد دادی سے زیادہ
انسیت تھی۔

سفر

جب اس لڑکے کی عمر (۶) سال تھی۔ میں بشمول برادران عزیزی
کرشنا ریڈی۔ رنگا ریڈی۔ لچھا ریڈی۔ و جناب وینکٹ راما ریڈی صاحب
جو اس وقت مہتمم کوتوالی ورنگل تھے بضمن تفتیش مقدمہ قتل بہ ہمراہی
نواب سعد جنگ بہادر ہم سفر ہوئے تھے۔ بجانب مدراس وغیرہ روانہ ہوئے
اس وقت یہہ لڑکا ہمارے ساتھ ہم سفر تھا ویلاپور اسٹیشن پر اترنیکے
بعد معلوم ہوا کہ پانڈیچری جانیوالی ٹرین روانہ ہو چکی ہے اس لئے ہم کو رات
گئے تک انتظار کرنا ہے۔ صرف جناب وینکٹ راما ریڈی صاحب و
نواب سعد جنگ بہادر وہاں تھے ہم لوگ کسی باغ کے دیکھنے کے لئے
چلے گئے تھے جب وہ رتی سے کھیلنے لگا جناب وینکٹ راما ریڈی صاحب
نے بہتیرا منع کیا لیکن جب وہ نہیں مانا تو چھڑی سے دو ایک مار مارے
اور وہ ساکت ہوکر سو گیا جب وہ بڑا ہوا تو اس کو یاد کرکے جناب ممدوح سے

کہا کرتا تھا کہ آپ کے سزا دہی میں انصاف کو کوئی دخل نہیں تھا اس لئے
کہ میں بچہ تھا فطرت کا تقاضا تھا کہ اس طرح کے کھیل کھیلوں اگرچہ آپ
بڑوں کے پاس میرا یہ کھیل خراب ہی کیوں نہ ہو لیکن اس عمر کے بچوں کا
خاصہ ہے کہ طفلانہ حرکات کریں پس اس کی سزا اس طرح کی نہیں ہوسکتی
تھی آپ نے نا انصافی و پولیس کے طرز کو اختیار کیا دوسرے روز پانڈیچری
پہونچے وہاں ایک روز کے قیام کے بعد ترچناپلی آئے اس روز ۲۵ دسمبر
تھی مسافرخانہ بھرا ہوا تھا ہمارے ٹھہرنے اور کھانے پکانے کا کوئی انتظام
نہیں ہوسکتا تھا نواب سعد جنگ مرحوم و جناب وینکٹ راما ریڈی صاحب
اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں ٹھہرے رہے اس بچے کو بھی انہیں کے
سپرد کر کے ہم سری رنگم چلا گئے جب شام میں واپس ہوئے تو ایک
درخت کے نیچے ہمارا آدمی پکا رہا تھا یہ بچہ اس کے پاس بیٹھکر پیاز
و آلو تراش رہا تھا۔ اس کے دو تین روز بعد ہم بنگلور پہنچے اسٹیشن پر
سامان آتار کر اس بچے کو نگرانی کے لئے رکھکر سواریوں کے انتظام کے لئے
ہم باہر گئے جب واپس آئے تو دیکھتے ہیں ایک مسافر کو جس کے ہاتھ
میں ایک صندوق ہے اس بچے نے روک رکھا ہے وہ اس حرکت سے
متحیر کھڑا تھا جب ہم وہاں پہنچے اور دریافت کیا تو کہا کہ ہمارا صندوق
لیجا رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ صندوق ہمارا نہیں ہے بلکہ ہمارے صندوق سے

مشابہ ہی تو اس پردہ ہٹ گیا مسافر چلا گیا بہرحال وہ اپنی کم عمری سے سفر کا بڑا ہی شایق تھا وہ کبھی والدہ وغیرہ کو سفر میں یاد نہیں کرتا تھا سفر کے مقابلہ میں والدہ کی جدائی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

غلطی پر سرزنش

ف۔ جب وہ حیدرآباد میں اپنے بھائی عزیز مدسودن کے ساتھ تعلیم کے غرض سے رہا کرتا تھا اُس وقت اُس کی غلطی سے بجلی کا گولہ ٹوٹ گیا۔ مسٹر ترل راؤ صاحب نے اس پر باز پرسی کی۔ پہلے تو غلطی کا اعتراف کیا اس پر اس خیال سے کہ کسی قدر خوف دلایا جائے تا آیندہ محتاط رہے ترل راؤ صاحب نے سختی سے کہا تو بگڑ کر جواباً کہا کہ اگر میں نے پھوڑ دیا ہے تو میرے باپ کا مال پھوڑا ہے۔ اگر وہ سزا دینگے تو مجھ پر اس کا بھگتنا واجب ہے آپ والد کو رپورٹ کیجئے آپ ایسا ڈانٹتے ہیں جیسا کہ میں نے آپ کے والد کے مال کو نقصان پہونچایا میں اس کی برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ دونوں نے اس خصوص میں مجھکو لکھا میں نے اسپر سکوت اختیار کیا۔

سیارگان کی حقیقت پر متجسسانہ نظر

ف۔ زمانہ طفولیت سے ہر ایک چیز کے راز کو دریافت کرنیکی زیادہ خواہش

رہتی تھی اس کا مادہ تجسس اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس کے استفسارات کے جوابات ہم سے ناممکن ہوتے مثلاً ستاروں کا وجود ان کا رات میں چمکنا دن میں نظر سے غائب ہونا - چاند وغیرہ کے متعلق چونکہ اس علم سے ہم زیادہ واقف نہ تھے لہذا اس کی کم عمری سے فائدہ اٹھا کر کچھ نہ کچھ کہہ کر تشفی کر دینا چاہتے تھے - لیکن وہ مطمئن نہ ہوتا بلکہ سوالات کی اس قدر بھرمار کر دیتا کہ آخر میں ہم کو اپنے عدم معلومات کا اعتراف کر لینا ہی پڑتا چونکہ اس کو مطمئن کر دینے کی یہی ایک صورت ہوسکتی تھی -

ف - جب اس کی عمر (۵) سال کی تھی عزیزی رنگا ریڈی نیز ایک اور قرابت دار مسمی راول نارسمواں ریڈی کے ساتھ رمنہ میں سیر کے غرض سے گیا جب یہہ سب جنگل میں پہونچے تو عزیزی رنگا ریڈی نے مذاقیہ طور پر نارسمواں ریڈی سے اس طرح مشورہ کیا کہ جس کو وہ بھی سن لے مشورہ یہہ تھا کہ اس کا گلا دبا کر اس کے ہاتھ سے کڑے چھین لئے جائیں پہلے تو وہ چچا کی اس گفتگو کو مذاق خیال کیا لیکن جب انکی امادگی نظر آئی تو وہ نہایت معصومیت اور آزادگی سے یہہ کہا کہ اوچھا کیا آپ مجھکو سچ مچ مار ڈالینگے اس جملہ پر فوراً رنگا ریڈی نے اس کو اٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا کہ میرے بچے تجھکو کون مارتا ہے صرف تمہاری ہمت آزمائی کے خیال سے ہم نے اس طرح تمہارے ساتھ برتاؤ کیا -

اسی نظارہ اور گفتگو کو اس وقت تک عزیزی رنگاریڈی نہیں بھولتے جبکہ ایسے موقع پر بچے کی اس گفتگو سے سخت سے سخت دل والے آدمی کا دل پانی پانی ہوجاتا ہے تو ناظرین یہہ خیال فرمائیں کہ اکثر زیورات کے لالچ میں کمسن اور معصوم بچوں کو جو بدمعاش ہلاک کرڈالتے ہیں ان کے دل کیسے سخت ہونگے اور ان کا حشر اور ان کی آخرت کیسی ہوگی ۔ خدا کی پناہ ۔

عالم طفولیت کی خوش اقبالی

جب اس کی عمر سوا یا دیڑھ سال کی تھی اُس وقت تعلقہ نلگنڈہ کے معاملہ آبکاری کا تعہد میں نے لیا اس تعلقہ کی حالت نہایت ابتر و نقصان دہ ہونے کے باعث سابقہ مستاجرین کی جائدادوں کے ضبط و ہراج کی کاروائی جاری تھی شکمیداروں کی حالت بھی نہایت ہی خراب تھی ایک وقت کے لئے ان کے کھانیکو موجود نہ تھا لیکن خدا کے فضل سے معاملہ کی حالت سنبھل گئی انتظام معقول بیٹھا تو میں نے یہہ کہنا شروع کیا کہ یہہ معاملہ جنارد ھن کا ہے وہ بھی فخریہ ہی کہتا تھا کہ یہہ معاملہ میرا ہے ۔ ایک روز عزیزی رنگاریڈی نے یہہ دیکھکر کہ اس کو گراموفون کے مستعملہ سوئی کے جمع کرنیکا از حد شوق ہے معاملہ آبکاری تعلقہ نلگنڈہ کے معاوضہ میں سوئی دیدیا اس کے بعد سے وہ خواب میں بھی یہہ نہیں کہتا تھا کہ

کہ معاملہ میرا ہے بلکہ یہہ کہتا تھا کہ میں نے معاملہ دیدیا ان ایام طفولیت
میں بھی ان کا یہہ خیال تھا کہ میں نے جب کسی چیز کو دیدیا ہے پھر وہ
میری نہیں ہے

آغاز تربیت و تعلیم علمی

سال ۱۳۲۲ف میں جناب معلی القاب مہربان وینکٹ راما ریڈی صاحب
مہتمم کوتوالی ضلع ورنگل (جن کے ساتھ میرا برادرانہ تعلق اس وقت تک
بلا قطع قایم ہے) کا تبادلہ ضلع اطراف بلدہ کی مہتممی پولیس پر عمل میں آیا۔
اس کے چند روز بعد جناب ممدوح کی یہہ خواہش رہی کہ بچوں کو ایک
انگریزی خاندان میں رکھدیا جاوے تاکہ وہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی
تہذیب بھی مکمل ہو جائے چنانچہ یہہ تجویز پسند کر لی گئی اور مرحوم کو جسکی
عمر اس وقت تقریبًا چھ سات سال اور عزیز مدسودن کو جسکی عمر (۴)
سال کچھ ماہ کی تھی ایک باورچی کے ساتھ ڈاکٹر فیار نگٹن کے پاس چھوڑ دیا گیا
صرف رہایش و تربیت کے لیئے ساٹھ روپیہ ماہانہ خورد و نوش کا انتظام
میرے ذمہ مقرر ہوئے اس کم عمری میں دونوں شخص غیر کے مکان میں
وہ بھی غیر مانوس اصحاب کے پاس بلا فکر و تردد کے خوشی کے ساتھ رہا
کرتے تھے ۔ گھر میں ڈاکٹر فیار نگٹن کی بیوی کبھی اس کے بیٹیاں ان دونوں
کو معمولی طور سے تعلیم دیا کرتی تھیں ۔ میں نے جب دیکھا کہ ان کی تعلیم

جس طرح چاہیئے تھی ہو رہی ہے تو مسٹر داما صاحب کا تقرر کیا وہ روزانہ دو تین گھنٹے آکر ان کو انگریزی اور تلنگی کی تعلیم دیا کرتے تھے اسی زمانہ میں ایک مولوی صاحب کو اُردو حروف شناسی اور تعلیم کے لئے مقرر کیا انگریزی خاندان میں صرف یہی سکھلایا جاتا تھا کہ مُنہ کس طرح بیسن میں دھونا اور چھری و چمچہ و کانٹا کس طرح پکڑنا اور کسطرح کھانا ڈیڑھ سال دو سال کے قیام کے بعد بھی اس قدر نہیں سیکھتے کہ بعد میں اس کو یاد رکھ سکتے جب کبھی میں حیدرآباد کسی کام سے آتا اُس وقت بچّوں کے پاس آکر دیکھکر ان کی صحت و آرام و آسایش سے مطمئن ہوکر واپس جاتا۔ میرے غیاب میں وقتِ فرصت عالیجناب وینکٹ راما ریڈی صاحب خیریت وغیرہ دریافت فرمالیتے اس طرح تقریبًا دو سال تک بچے ڈاکٹر فیار نگٹن کے خاندان میں رہے ۱۳۲۲ف میں ایک مکان کنٹہ روڈ پر بقیمت (عہ ۸۱۰۰) ہزار روپیہ خرید کرلیا ۱۳۲۱ف میں جب دیکھا کہ انگریزی قبایل موجود ہیں سوائے اوقات ضایع ہونیکے اور کوئی مفید نتیجہ تعلیم کا برآمد نہیں ہو رہا ہے تو وہاں سے ان بچوں کو خرید شدہ مکان میں جس کو بعد درستی و توسیع لکشمی ولاس نام دیا گیا منتقل کیا ان کی تعلیم کے لئے مسٹر رنگراؤ صاحب وظیفہ یاب منتظم تعمیرات کا تقرر بمشاہرہ ایک سو روپیہ کیا جو اردو اور انگریزی تعلیم دیتے تھے ان کے علاوہ مسٹر وایہ صاحب بھی تلنگی کی تعلیم دیا کرتے

تھے ۲۲-۱۳۲۱ف میں بغرض امتحان جوڈیشل من ابتدائے ۱۵ماہ اسفندار ۱۳۲۲ف لغایتہ ۱۵فروردی ۱۳۲۲ف ویکم بہمن ۱۳۲۲ف لغایتہ ۱۵فروردی ۱۳۲۲ف نیز ۵ا بہمن ۱۳۲۲ف سے بلدہ میں معہ زنانہ مقیم رہا اور اس وقت سے اس وقت تک بچوں کی تعلیم ونگرانی کے خاطر بلدہ میں ہی میرا مقام رہا کیا میں خیال کرتا تھا کہ میں جتنی بھی دولت پیدا کروں اس پر مقدم بچوں کی تعلیم ہے بلا تعلیم وتربیت کے کوئی دولت اولاد کی ترقی ونام نمود کے لئے کام نہیں آتی۔ اگر دولت کے ساتھ تعلیم بھی عمدہ ہو تو سونے پر سہاگہ کا اثر ہوگا۔ جب میرا قیام یہاں مستقل طور پر ہوگیا تو عزیزان بتنگل نارسھواں ریڈی جو میرے تائیرے بھائی جناب گوپال وینکٹ ریڈی صاحب کے دوسرے فرزند ہیں اور کیسپر دمناباھ ریڈی کو بھی بغرض تعلیم بلوا کر رکھا اور ان کی تعلیم بھی جاری رہی۔ اول الذکر عثمانیہ (انٹرمیڈیٹ) کے امتحان میں ناکام رہے اب تعلیم کے سلسلہ کو چھوڑ کر گتہ کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ آخر الذکر نظام کالج کے (انٹرمیڈیٹ) میں زیر تعلیم ہیں۔

ف۔ جس زمانہ سے حیدرآباد کا قیام اختیار کیا گیا تعلیم باقاعدہ ہونے لگی۔ مرحوم کو فن انجینیرنگ اور سائنس کے حصول کا بڑا شوق تھا مکانوں کے بہت سے اشکال بناتے اس سے کام لیتے سائنٹیفک امریکہ کے ہفتہ واری رسائل اپنے نام سے جاری کروایا تا کہ اس کو

پڑھ کر جدید معلومات پیدا کئے جائیں ۔ جب کبھی میں بمبئی جاتا میکانو وغیرہ دیگر سامان کی فرمایش ہوتی یہہ سامان اسی انجینیری کے متعلق ہوتا چند سال کے بعد جب ان کی تعلیم سٹی ہائی اسکول میں ہو رہی تھی اُس وقت عزیز رنگاریڈی سے اپنی خواہش ظاہر کر کے ایک چھوٹی لیٹ مشن کو جو مسٹر نوروزجی صاحب کے پاس تھا اور وہ اس کو عزیز رکھتے تھے لے لیا اس پر گُنڈیاں و دیگر چیزیں بناتا تھا بچّوں کی صنعت کے متعلق سر رشتہ تعلیمات کیطرف سے ایک نمایش ہوئی تھی اس میں اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف ہوئی اور انعام ملا ایک بجلی کے پنکھے کو ڈائینما کے طور پر اس لیتھ کے لئے استعمال کیا کرتا تھا ۔ ان چیزوں کی تعلیم کے لئے کوئی معلم یا اُستاد مقرر نہیں تھا اگر کوئی تھا تو رسالہ سائنٹیفک امریکہ ہی تھا ۔ اس کے علاوہ میگزین وغیرہ کتب منگوایا کرتا تھا ۔

ف ۔ جب میں نے دیکھا کہ خانگی تعلیم سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو اسکول میں شریک ہو کر جماعت کے ساتھ تعلیم پانے سے حاصل ہو سکتی ہے خانگی تعلیم کے انتظام کو قائم رکھتے ہوئے ۱۳۲۶ف میں سٹی ہائی اسکول میں جو اُس زمانہ میں مولوی فضل محمد خاں صاحب ایک لایق مستند پرنسپال کے زیر نگرانی جیسے نیک نامی و کامیابی کیساتھ چلایا جا رہا تھا عزیزی مرحوم و عزیزی مدسودھن کو شریک کرا دیا ۔ عزیزاں جگموہن ریڈی و

کُمیدنی دیوی کی تعلیم مکان پر ہی ہوا کرتی تھی عزیزم مرحوم و عزیزم مدسودھن کو اسکول جانے کے لئے کرایہ کا جھٹکہ تھا روزانہ اس کے پیسے دے جاتے تھے تاکہ جھٹکہ کے آنے و جانے کے کرایہ کے لئے مکتفی ہو سکے جب مدرسہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر مکان آجائے تو کچھ آرام لیکر کھیل کود میں مصروف ہو جاتا شام میں مدرسین کے پاس مدرسہ کی تعلیم کو دُھرا کر یاد کرتا اس مُروّجہ طرز تعلیم کی شکایت مرحوم کو بھی تھی اس کا یہہ کہنا تھا کہ بچّوں کو جو تعلیم مدرسہ میں دی جاتی ہے اس کو اپنے طور پر یاد کرنیکا عادی بنانا چاہیئے نہ کہ کولھو کے بیل کی طرح ہمیشہ تعلیم کے گھانے میں باندھا رہے اور Self Help کا عادی نہ ہونے پائے ولایت جانے کے بعد بھی یہی راگ دوسرے بچّوں کی تعلیم کے متعلق گایا کرتا تھا مجھ کو لکھا چچا کی توجہ مبذول کراتا رہا۔ علاوہ مدرسہ و خانگی تعلیم کے مدرسہ سے دوسرے کتب مدرسہ کے لائبریری سے لاکر مطالعہ کیا کرتا کبھی کبھی وی۔ پی۔ کے ذریعہ کتب خرید کرکے ان کو پڑھتا عام تعلیم میں ہمیشہ گُھٹا ہوا نہیں ہوتا ایک دو وقت پڑھ لینا اس کے یاد رکھنے کے لئے کافی تھا۔ مدرسہ میں مولوی فضل محمّد خان صاحب اور دیگر مدرسین اس سے ہمیشہ خوش رہتے تھے اور دیگر ہم مکتب بچّے اس کو عزیز رکھتے تھے۔ ہر جمعہ یہہ بچے آکر اس کے حجرہ کو سامان سائینس و انجنیری سے سجایا اور عمل کرتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ مدرسہ میں بھی

سائنس کی طرف زیادہ توجہ تھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ جیب میں پاؤ آنہ کے انگریزی کارڈ رہا کرتے تھے جب کسی کتاب یا سامان کی ضرورت ہوتی تو فوراً ہی اس کمپنی کو لکھ دیتا دو نہیں آرڈر میں وہ چیزیں آموجود ہو جاتیں اور اس کے مطالعہ یا عمل سے فائدہ اٹھاتا۔

ف۔ یوں تو بچے ماں باپ کے پاس ہمیشہ ان کے افعال طفلانہ کے وجہ سے قصور وار ہوتے ہی رہتے ہیں اسی طرح یہہ بھی ایسے طفلانہ حرکات کیا کرتا تھا لیکن باز پرس کے وقت میں اُس سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ صفائی قلب سے تقصیر کا اعتراف کر لیا کرتا تھا کبھی وہ جھوٹ کہہ کر اپنے آپ کو بچانیکی کوشش نہیں کرتا تھا جہاں تک مجھ کو علم ہے ایک وقت معمولی بات پر جھوٹ کہا تھا اسپر عزیزی رنگا ریڈی نے صرف اظہار نفرت کیا اس کا اثر اس کے دل پر اس قدر ہوا کہ تین روز تک مسلسل روتا اور اسپنے کیے ہوئے پر افسوس کرتا تھا پھر میں نے اس کو کہیں جھوٹ کہہ کر اپنے کو بچانیکی کوشش کرتے نہیں دیکھا اعتراف قصور کر کے عمر کا تقاضا ہونیکی دلیل اپنی صفائی میں پیش کرتا میرے خاندان کے ارکین مثل دوسرے لوگوں کے جو اپنے بچوں سے بات کرتا تو کبھی ان کو اس طرح ڈرا کر دھمکا کر ادنی قصور پر پچھ کہتے اس طرح نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کو آزادی ہم سے ہر طرح گفتگو کرنیکی تھی اس سے بچوں کے خیالات کا اظہار ہوتا اس اظہار سے ماں باپ و دیگر خیر خواہوں

عمدہ نصیحت دیگر بچوں کو عمدہ راستہ پر لانیکا موقع ملتا تھا یہ اپنی رائے
اور ارادہ میں پکا تھا اگرچیکہ علم منطق سے یہ واقف تھا اور نہ سیکھا لیکن
قدرتی اور فطرتی طور پر یہ منطقی تھا۔

ف۔ ہمیشہ مساوات و رواداری اور اپنا فایدہ ہی فائدہ ہر امر میں مدنظر
نہیں تھا بلکہ چاہتا تھا کہ آپ سے جس قدر ہو سکے دوسرے بچوں کی
مدد ہر اعتبار سے حتی المقدور کرے۔ چنانچہ اس کو جو الونس ملتا تھا نیز
جھٹک کے لئے جو پیسے ملتے تھے اس میں کفایت کر کے کچھ پیسے بچا لیتا اس
پس انداز سے جو رقم جمع ہوتی تھی غریب طالب العلموں کی مدد کرتا مدرسہ
جانے کے وقت والدہ سے یہ کہہ کر جاتا کہ کھانا زیادہ مقدار میں بھیجوا دیا جائے
چنانچہ خود اپنے اور اپنے بھائیوں کے علاوہ دوسرے غیر مستطیع بچوں کو
جو مدرسہ میں پڑھتے تھے کھانا کھلاتا تھا مجھ سے اور رنگاریڈی سے کہہ کر ایک
دو بچوں کو اسکالرشپ بھی دلوایا چنانچہ وہ تعلیم پاکر اس وقت خدمات سرکاری
پر مامور ہیں ایک صاحب ڈاکٹر ہیں دوسرے صاحب انجنیئر ہیں۔

ف۔ اس کا سلوک بچوں اور ماسٹروں کے ساتھ اس قدر شریفانہ تھا کہ
تمام اس کو عزیز رکھتے اور محبت کرتے تھے۔

ف۔ مدرسہ سے آنیکے بعد اپنے درسی کتب کا مطالعہ اور ہوم ورک کرنیکے
بعد کھیل کود میں مصروف رہتا لیکن وہ سرسری نگاہ اپنے درسی کتب پر

ڈالتا اور جلدی اس سے فارغ ہو کر کھیل میں مصروف ہوجاتا تو ہم کو اس کا خیال ہوتا تھا کہ یہ تعلیم سے لاپرواہے اور اس کو کوئی رغبت نہیں ہے لیکن اس کے بعد نتائج امتحان اور اس کی لیاقت وغیرہ پر نظر کرتے تو ہمارا یہ خیال غلط نکلتا تھا کھیل کے بعد جو کچھ بھی وقت بچتا مدرسہ کے کتب خانہ سے لائے ہوئے کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتا تھا بہر حال فرصت کے وقت میں بھی اگرچہ کہ درسی کتب کا مطالعہ نہ سہی لیکن کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ ضروری رہا کرتا تھا۔

اسی اثناء میں ۱۳۱۲ف میں افراد قوم ریڈیوں سے خاص بلدہ حیدرآباد میں ریڈی طلباء کے تعلیم و تربیت کے انتظام کی غرض سے ایک بورڈنگ قایم اور اس کا انتظام شروع کر دیا تھا اُس وقت سے مرحوم ہر روز اس بورڈنگ میں جاتا اور بچوں سے ملنا اور ان سے کھیلنا اپنے فریضۂ روزانہ میں داخل کر لیا تھا قیام بورڈنگ کے بعد بچوں نے ہر ہفتہ ایک روز مقرر کر کے (اکثر جمعرات کا روز ہی مقرر ہوتا تھا ایک مضمون پر تقریر کرتے تھے ہر بچہ کو اپنے شوق کے موافق کچھ نہ کچھ مضمون لکھ کر مجمع میں سناتا یا زبانی کہتا تھا اس میں بھی مرحوم بڑی دلچسپی کے ساتھ عملی طور پر حصہ لیا کرتا تھا یہ طریقہ ان کے ولایت جانے تک بھی قایم رہا یہی وجہ تھی کہ بورڈنگ کے طلبا اس کو محبت کرتے اور اس کو اس بورڈنگ سے خاص دلچسپی تھی آخر وقت تک

اسکی دلی تمنا یہی تھی کہ بورڈنگ ترقی کرے اور اسکا انتظام معقول رہے حفظان صحت کے نسبت صفائی کا انتظام معقول رہے لایق طلباء کو وظایف مقرر کرکے انکو معقول تعلیم و تربیت دیجائے اسکے متعلق وہ ذمہ دار عہدہ دار جو بورڈنگ کے خوش نظمی کے ذمہ دار ہیں اپنے خیالات کا اظہار فرماوینگے اس کا خیال ہمیشہ یہ رہا کہ پبلک و قوم کے افراد اپنے کو لایق اور ملک کے خدمت گزار ثابت کریں۔

ف۔ تعلیم مدرسہ کے علاوہ وہ اپنی جدت سی چیزوں کو ایجاد کیا کرتا تھا اسی کوشش میں منہمک رہا کرتا تھا آخر انھوں نے بلا تار کے پیام پہونچانیکا وہ یہ سس طریقہ جو کچھ کتب میں لکھا ہوا ہے اس کے مطابق عمل کرکے اپنے سکونتی جام باغ کے مکان سی مکان راجہ صاحب ونپرتی کو جو اس مکان سی دو سو گز کے فاصلہ پر ہے پیامات پہونچانیکا سلسلہ جاری کردیا ایک آلہ اپنے مکان میں دوسرا آلہ راجہ صاحب کے مکان میں خود بنا کر رکھ دیا تھا مثل تار برقی کے آلہ پر حرکت کی جاتی ایک بجلی کے گولہ میں الکٹرک کرنٹ کے ذریعہ حروف کے نشانات ظہور میں آتے تھے اپنے لیبوریٹری پر سامان کل بنایا کرتا تھا۔

ف۔ تین سال کی مسلسل تعلیم کے بعد وہ مڈل اسکول کے امتحان میں شریک ہوا جب نتیجہ نکلنے والا تھا تو ایک مربی نے ان سی سوال کیا جنار دھن ریڈی تم کس طرح امتحان میں جوابات دے۔ جنار دھن ریڈی نے کہا میری سمجھ کے موافق لکھا ہوں۔

کہا اگر ضرورت ہو تو میں کم زور پرچہ میں سفارش کرونگا۔
جنارد ھن۔ ایسے سفارشی سند کی بناء پر میں اپنی لیاقت کا دارومدار خیال نہیں کرتا۔
چاہیں تو آپ کسی اور کے لیے سفارش فرمائیں۔
اس جواب سی بیچاروں کی دل شکنی ہوئی اس لیئے کہ وہ ان کی مدد بصورت ضرورت کرنا چاہتے تھے لیکن بصورت عدم ضرورت یا عدم خواہش شکریہ کے ساتھ انکار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اپنی خودداری کا اظہار محسن پر بھی کیا گیا۔
اس واقعہ کے چھ روز بعد جبکہ ہم لوگ بمبئی میں تھے مڈل اسکول کا نتیجہ نکلا معلوم ہوا کہ دوسرے درجہ میں پاس ہوا ہی صرف (۴) نمبروں سے اول آنیکا موقع نکل گیا وہ تو خوش ہوا لیکن عزیزی رنگاریڈی کی خواہش یہ تھی کہ اول درجہ میں کامیاب ہوجاوے اس نتیجہ کو بنظر استحسان نہیں دیکھا اور کہا کہ اگر تم اول درجہ میں کامیاب ہوتے تو اچھا تھا اس ناراضمندی کا اس پر بہت اثر ہوا مجھ سے کہا کہ کیا فایدہ ہی چچا صاحب خوش نہیں ہوئے اس کے بعد پھر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا تین سال بعد میاٹرک میں بھی بدرجہ دوم کامیاب ہوگیا اس کے پرنسپل مولوی فضل محمد خاں صاحب تھے جو اس کو مثل اپنے

فرزند کے چاہتے تھے۔
۱۹۱۸ء میں جبکہ یہ میاٹرک کے پہلے سال میں تعلیم پاتا تھا مرض
انفلوینزا شایع ہوگیا جس کے بہت سارے لوگ شکار ہوئے۔ مرض کی
شدت اور اموات کی کثرت سی ایسا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ خدا کا قہر نازل
ہوگیا ہی چنانچہ اسی مرض سی میرے ساڑو کا بھی انتقال ہوگیا جو لایق
وفایق و ذہین تھے اور تحصیلداری کی خدمت پر مامور تعلقہ ایلندو میں
کارگزار تھے اس زمانہ میں میرے پاس بھی کم و بیش تمام بیمار تھے
ڈاکٹر برابر طبی علاج کے لیے آیا کرتے تھے اس زمانہ میں ڈاکٹر ملتا تھا
اور نہ دوا وقت پر دواخانہ یا دوا فروشوں کی دوکانات سی مل سکتی تھی روزانہ
تعداد اموات پانسو کی حد تک پہونچ گئی تھی ایسے نازک زمانہ میں یہ تندرست
تھا خود جاکر دوا بنواکر لاتا ڈاکٹر کے پاس بالذات جاتا اور بیماروں کی تیمارداری
کے انتظام میں مصروف رہتا تھا اس کو سیوائے ڈاکٹری علاج کے اور
کسی علاج مصری یا یونانی پر زیادہ بھروسہ نہ تھا اس کا خیال تھا کہ یہ
لوگ انکل پچو طریقہ پر علاج کیا کرتے ہیں اگر بیمار خوش قسمت ہو تو درست
ہوجاتا ہے ورنہ اس علاج سی اس کا ضایع ہونا یقینی ہی۔ جب اس کی
نانی اور والدہ بیمار ہوگئے ان دونوں کے جانبر ہونیکی کم توقع تھی اس وقت
کبھی تو ڈاکٹر صاحب کبھی مصری کبھی شاہ صاحب کا علاج ہوتا تھا مگر

اس عمل سے وہ ناراض تھا جب وہ ولایت جانیکے لئے رخصت ہوا تو اُس وقت
اس کی والدہ کی طبیعت تو سنبھل گئی تھی لیکن نانی کی حالت بہت نازک
تھی اسی حالت میں خدا حافظ کہکر رخصت ہوا اس کے روانہ ہونیکے ایک
ہفتہ کے عرصہ میں بمقام حیدرآباد نانی کا انتقال ہوا اس کی اطلاع دیگئی
تو یہی جواب دیا کہ اگرچیکہ ان کی حیات نہ تھی لیکن مصری اور شاہ صاحب
کے غلط علاجوں کی بدولت انکا انتقال ہو گیا۔
ف۔ جب مرحوم نے امتحان میاٹرک کے کامیابی حاصل کی تو میرا خیال
ہوا کہ ولایت بھجوا دوں لیکن یہاں سینیر کیمبرج کا امتحان ہوا کرتا ہے
اگر یہ امتحان پاس کرلیگا تو اس کو بآسانی شرکت کی اجازت مل سکتی ہے
مناسب خیال کیا کہ گرامر اسکول میں شریک کیا جاوے میری خواہش پر
گرامر اسکول کے سینیر کلاس میں بماہ جولائی شریک ہو گیا اس کے پرنسپل
(رواند فلکس ایم ۔ ۔ ۔) پہلے تو بوجہ کمی مدت شریک کرنیسے انکار کیا
لیکن آخر میں لے لیا چند روز کے تجربے کے بعد دوسرے لڑکوں سے
کہا کہ تم لوگ حساب میں جنار دھن سے مشورہ لیا کرو اور معلومات حاصل
کرو مجھ سے پوچھنیکی ضرورت نہیں اور یہ اُس وقت سے ان کو بہت
چاہنے لگا مدرسہ کے جانب سے امتحان میں شریک کر لیا گیا اس زمانہ
میں دوسری زبان اردو نہ تھی لیکن آیندہ سال سے اس کا رواج ہونیوالا

تھا یہ فارسی میں امتحان دینیکے لئے فارم میں لکھا تھا اور تعلیم بھی جاری
تھی لیکن اس میں پورے معلومات اور کافی تعلیم نہ ہونیکے باعث ناکامیابی
کا یقین تھا لیکن فلمس نے محض اسی کے خاطر اپنے پیسے سے کیمبرج کے
امتحانی بورڈ کو تار کرکے اسی سال سے اردو میں بھی امتحان لیے جانیکی منظوری
حاصل کرلی چنانچہ فلمس صاحب کی اس مدد کے باعث وہ کامیاب ہوا۔
ف۔ جہاں اس حد تک تعریف کی گئی مجھ پر فرض ہے کہ اس کی کمزوری
کا اظہار بھی کروں وہ اور اس کے بھائی دوسری زبان حتیٰ کہ مادری زبان
کے سیکھنے کی طرف اس قدر متوجہ و شوقین نظر نہیں آئے اس وجہ سے
ہمیشہ دوسری زبان میں کمزور رہے پس میں نے اس کے ولایت جاتے
وقت یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھکو بزبان اردو خط لکھا کرے اس لئے کہ
میں انگریزی اچھی طرح سے نہیں جانتا چنانچہ وہ اس کی تعمیل کیا اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ بعض اوقات کچھ املا کی غلطیاں ضرور ہوتی تھیں لیکن مضمون اور
خط بہت درست اور پختہ ہو گیا تھا۔

غیر مستطیع کے حقوق میں عدم مداخلت اور ولایت کا سفر

جب اس کا نتیجہ کیمبرج برآمد ہوا تو ماہ اپریل سے ولایت جانیکا
خیال ہوا میں بھی اس پر راضی ہو گیا تھا تھامس کک وغیرہ سے

اسٹیمر کے متعلق خط وکتابت شروع ہوئی میں نے ایک وقت انسے کہا جبکہ سرکار کی جانب سے چند طلباء کو بغرض تعلیم ولایت روانہ کرنیکے متعلق اشتہارات شائع اور انتخاب ہونیوالا تھا دیکھو جنار دھن اگر تم چاہتے ہو تو میں سرکاری اسکالرشپ تمہارے لئے منظور کروا تا ہوں جناب وینکٹ رامار یڈی صاحب کوتوال بلدہ نے بھی کہا اس کا جواب اُس نے اِس طرح سے دیا کہ میں جانتا ہوں کہ اگر سرکار میرے نام اسکالرشپ منظور نہ بھی کرے تو آپ اپنے خرچہ سے مجھ کو بھجوادینگے پس اس صورت میں میرے لیے کوشش کرنیکی ضرورت نہیں ہے میرے لئے اسکالرشپ منظور ہو جاوے تو ایک ایسا لڑکا جو غریب ہے اور اس کے پانے کا مجھ سے زیادہ مستحق ہے محروم رہ جائیگا پس اسی کارروائی کو میں پسند نہیں کرتا بعض دوست واحباب کی یہ رائے تھی کہ بیارسٹری یا آرٹس کے شعبہ کو منتخب کرے لیکن اس کا یہ کہنا تھا کہ میں انجینیرنگ کو ان سب شعبوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں اس پر بہت دیر تک بحث رہی اس سے کہا گیا کہ بیارسٹری یا آرٹس اس لئے بہتر ہے کہ اس سے تہذیب بڑھتی ہے تمام حکومت میں حصہ لینے والے یہی لوگ ہیں تو فوراً جواب دیا کہ ان لوگوں سے تہذیب بڑھنیکے بجائے گھٹنیکا زیادہ خیال ہو سکتا ہے یہ لوگ پبلک میں زیادہ فسادات کے پیدا ہونیکے باعث ہو سکتے ہیں

برخلاف اس کے انجنیئر تہذیب میں اضافہ اور دنیوی ترقی کے باعث ہوسکتے ہیں اپنے دلایل وغیرہ پیش کئے چونکہ اس کا خیال اور دماغ وعل ابتداسے انجنیئرنگ کی طرف مائل تھا لہٰذا میں نے بھی مناسب خیال کیا کہ وہ شعبہ انجنیئرنگ ہی کو لے لے -

جب یہ طے ہی ہوا کہ ولایت بھیجدیا جاویگا تو اُس وقت مجھ سے کہا کہ توکل نارائن ریڈی کی خواہش بھی ہے کہ ولایت جاکر تعلیم پاویں پس اگر آپ ان کے والد سے کوشش کریں تو وہ جاسکتے ہیں اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو آپ دیجئے میں نے اس کی اس سفارش کو منظور کرلیا اور موضع جملہ پلی معہ عزیزی کرشنا ریڈی ان کے والد جناب توکل رنگاریڈی صاحب کے پاس جاکر اس کا تذکرہ کیا لیکن باوجود میرے یہ کہنے کے بھی روپیہ کی پرواہ نہیں ہے میں خود دیتا ہوں اس روز تو اپنے لڑکے کو ولایت بھیجنے کے متعلق راضی نہیں ہوئے بلکہ مجھ سے عاجزی کے ساتھ خواہش ظاہر کئے کہ اس پر اصرار نہ کیا جاوئے لیکن آخری وقت جبکہ ہم رخصت ہورہے تھے وہ راضی ہوگئے گڈم پلی دامودھر ریڈی کو بھی مہاراجہ صاحب ونپرتی ماہانہ پانسو کلدار کا اسکالرشپ منظور کرکے بھیجنے کا قصد کرلیا (بی طیتارام ریڈی فرزند) گوپال ریڈی ساکن مڈبی کنڈہ نے بھی اپنے فرزند کو امریکہ بھیجنے کا تہیہ کرلیا بہرحال اس طرح اس سال

تین بچے انگلینڈ کو اور ایک امریکہ کو بھیجے جانے کے متعلق طے ہو گیا۔
ف۔ جب ممبران ریڈی بورڈنگ کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے ان کو خدا حافظ کہنے کے لیے ان کی روانگی کے ایک روز قبل بورڈنگ میں اعلیٰ پیمانہ پر اٹ ہوم کا انتظام کیا گیا مہاراجہ آنجہانی گدوال اس کے صدر نشین تھے بچوں کو پند و نصیحت کی گئی اس وقت مرحوم نے شکریہ ادا کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ میں حتی الامکان اس طرح تعلیم پاؤنگا جس سے ملک اور قوم اور مالک کی خدمت اور مدد کر سکوں میں ہمیشہ اس خیال کو مد نظر رکھ کر عمل کرونگا اور میرے عمل سے دوسرے افراد قوم کو اپنے اولاد کے یورپ کو بھیجکر تعلیم دلانے کی ہمیشہ اور ترغیب ہو۔ چنانچہ اس نے اپنے مسلک و طرز زندگی و طریقہ تعلیم و شوق و عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اگر زندہ رہتا تو ترقی ملک کا بانی و باعث ہوتا۔
ف۔ روانگی کے دو تین روز پہلے سے اپنا تمام سامان درست کیا جس قدر سامان پرانا تھا اس میں سے لیٹ میشن کو جس کو وہ عزیز رکھتا تھا محفوظ کیا بقیہ سامان میں سے اپنے بھائیوں کو کچھ سامان دیا نوکروں کو ان کے حسب مراتب کپڑے اور سب کو نقد انعامات دئیے۔ ایک ٹائپ رائیٹر جس کو وہ شوق سے خریدا تھا اور کچھ نہ کچھ مضمون روزانہ اُس پر ٹائپ کیا کرتا تھا لاکر مجھ کو دیا اور کہا کہ اس کو آپ رکھ لیجئے میں نے کہا کہ میں

انگریزی سی زیادہ واقف نہیں ہوں اس کو میں کیا کروں تو کہا کہ میری یادگار کے طور پر رکھ لیجئے اس گفتگو سی میرا دل بھر آیا۔ میں کچھ کہہ نہ سکا۔ میں نے اسے بموجودگی اس کے والدہ سے کہا تم تھوڑی دیر بیٹھو تم سے کچھ کہنا ہی چنانچہ میں نے اس سے موجودہ حالت اور آئندہ اس کے طرز عمل کے متعلق چند باتیں کہیں جس کا اظہار اس وقت لا حاصل ہی۔ اس سے وہ بہت متاثر ہوا اور رویا اس وقت کا سماں جب یاد آتا ہے تو دل بیقرار ہو جاتا ہے ۔ دوسرے روز روانگی کے وقت ان سب سی جو اس کے ساتھ ہونیوالے نہ تھے رخصت ہوا اس کے والدہ کی حالت کا اظہار نہیں ہوسکتا ایک طرف ان کی والدہ بستر مرگ پر ہے دوسرے طرف ان کا لایق ہونہار بخت جگر ان سے ایک زمانہ تک دور رہنے کے لیئے رخصت ہو رہا ہے تاہم اس خیال سی کہ یہہ پڑھکر لایق ہوکر آئیگا باوجود خود کی صحت خراب ہونیکے بھی صبر و استقلال سے انھیں ایک پھول کا مالا منگوا کر اس کے ماتھے پر کون کون لگا کر مالا گلے میں ڈالدیا اور دعا دیکر رخصت کیا معلوم ہوتا تھا کہ وہی رخصت آخری رخصت تھی ماں نے اپنے بیٹے کے گلے میں آخری وقت ہار ڈال دیا۔

وہ بات کا بڑا دھنی اور اپنے خیالات کا بہت پکا اور پرلے درجہ کا

خود دار تھا۔ مولوی یوسف الدین صاحب سے اس کی بڑی دوستی تھی
جب تک دوستی قایم رہی اسی طرح ان کا سچا دوست رہا لیکن جب دیکھا
کہ اپنے دوست کے طرف سے صداقت میں فرق آرہا ہے فوراً دوستی کو ترک
کردیا اس کے بعد میں نے اور عزیز کرشنا ریڈی نے بہتیرا سمجھایا۔ اور
یوسف الدین صاحب نے بھی بہت کچھ منایا لیکن وہ ایک نہیں مانا جب
رخصت ہونے لگا تو میں نے اصرار کیا کہ دیکھو جنار دھن تم ایک ایسے
ملک میں جا رہے ہو جہاں تم کو زیادہ عرصہ تک قیام کرنا ہے معلوم نہیں
کون کیا ہوگا پس تمھارے دوست سے ملو اور رخصت ہو جاؤ لیکن وہ
اس کو پسند نہیں کیا اور ان سے بلا ملے اور رخصت ہوئے کے چلا گیا
گھر سے جاتے وقت والدہ نے اس سے کہی کہ کومال کے اینگار صاحب کے
قدمبوس ہو جاؤ تو کہا کہ میں اس طرح کا عمل نہیں کرتا خدا نے سب کو
انسان بنایا ہے اس کے پاس سب ایک ہیں میں ایک انسان ہوں
تو دوسرے انسان کے پاؤں پر نہیں گرتا بہت اصرار کرنے پر کہا کہ میں
صرف نمسکار کرونگا۔ چنانچہ نمسکار کرکے رخصت ہوگیا۔
میں عزیز کرشنا ریڈی، رنگا ریڈی کودنڈرا ما ریڈی مدھو دن جگن
موہن سدرشن اندرسن چھیندر عزیزی کومیدنی رایاک ڈیکلٹ رما ریڈی
اسے رخصت کرنے آئے تھے۔ نوکل نارائن ریڈی جو ساتھ جانیوالے

تھے وہ بھی تیار ہوئے اسٹیشن حیدرآباد پر بہت سی دوست واحباب آئے نانا جناب اینگال وینکٹ ریڈی صاحب نوکل رنگاریڈی وغیرہ آئے رخصت کئے بوقت رخصت اس کا دل بہت متاثر تھا بمبئی پہنچنے کے بعد سب بچوں کو ایک ایک چیز ان کے خواہش کے مطابق بطور یادگار دلوا دیا۔ ۱۵ اگسٹ ۱۹۲۲ء کو نارکنڈہ جہاز پر ہم سب سے گلے مل کر سوار ہوگیا ہمارے دیکھتے دیکھتے جہاز روانہ اور ہمارے نظروں سے غائب ہوگیا ساتھ ہی ساتھ وہ عزیز کی صورت بھی جو اس وقت نظروں میں ہی غائب ہوگئی۔ ساتھ ین۔ این۔ ریڈی اور دامودر ریڈی صاحب ہمسفر تھے۔

ولایت کو جانے کے قبل خطوط لکھنا اس کو بار معلوم ہوتا تھا لیکن میرے ہدایت وخوشی کے مطابق مجھکو اردو میں والدہ کو بزبان تلنگی عزیزان کرشنا ریڈی ورنگاریڈی کو انگریزی زبان میں بلاناغہ خطوط لکھنا شروع کردیا۔ ان خطوط میں جن خیالات کا اظہار ہوتا تھا نہایت معقول اور عمدہ ہوتے تھے لہذا میں اس کی کوشش کرونگا کہ چند خطوط کے اقتباسات اس میں درج کروں۔

ولایت جانے کے بعد مسٹر لیس ین ریڈی سے ملا جو اس زمانہ میں تو ولایت میں مقیم وکیمبرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے اس کے بعد کوشش کرکے

برسٹل یونیورسٹی کے شعبہ انجینیرنگ میں شریک ہوا اور اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔

ایجادات

اسی زمانہ تعلیم میں ایک خط کے ذریعہ مجھ کو معلوم ہوا کہ ایک آلہ انھوں نے ایجاد کیا ہے جو موٹر سیکل کو لگا کر اس کا کھٹکا دبا دیا جائے اور اس کو چھوڑ کر چلا جاوے تو جب تک اس کا مالک آکر کھٹکا نہ ہٹا وے اُس وقت تک وہ چل نہیں سکتی اس کی کنجی مالک کے پاس رہتی ہے اس کو بلا پیٹینٹ کرنے کے ایک کارخانہ کو دیدیا انھوں نے اس کے صلہ میں چار پونڈ اور ایک آلہ اس کو تحفۃً دیا۔ میں نے اس کے متعلق یہہ لکھا کہ اسکو تم خود پیٹینٹ کراتے تو بہتر تھا تو جواب میں لکھا کہ یہہ معمولی چیز تھی اس لیے میں نے اس کو پیٹینٹ نہیں کروایا بڑی بڑی چیزیں بنا سکتے ہیں اُس وقت پیٹینٹ کرانا باعث سودمند ہوگا۔

اس وقت موٹروں میں سائیڈ تبلانے کے آلے لگے ہوئے ہیں ان کے نکلنے کے پہلے سے ہی اس کا خیال تھا کہ اس طرح کا آلہ بنایا جاوے میں اس کے اس خیال پر ہنستا تھا لیکن ولایت کے جانیکے بعد کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نقشہ اس کا تیار کیا تھا اس کو رجسٹریشن کے لیے روانہ کرنے کے دو ایک روز قبل ایک اور شخص نے اس کو ایجاد

کیا اور رجسٹری کروایا۔ جس کا اس کو افسوس تھا کہ میں سستی کیوجہ سے اس اختراع کو رکھ چھوڑا۔ رجسٹری کے لیے روانہ نہیں کیا۔

ایک این سائیکلو پیڈیا خرید کرلیا تھا اس کمپنی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے انسائیکلو پیڈیا سے کیا سبق حاصل کیا اور کیا تجربہ اُٹھایا ہے اس پر ایک مضمون لکھ کر اس کمپنی کو روانہ کیا اس کو ان لوگوں نے بہت پسند کیا اور کتاب میں چھاپ دیا اس کے چار یا ایک جلد جس کی قیمت چار پونڈ تھی بطور انعام ان کے یہاں روانہ کیے افسوس کہ وہ کیا مضمون تھا اس کا صحیح علم مجھ کو ہے اور نہ کوئی اس کی کاپی میرے پاس موجود ہے اگر محفوظ ہو تو کوشش کرونگا کہ میں اس کو درج کروں۔

جس مکان میں یہہ بحیثیت بورڈر کے تھا معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں ایک رات کو یلہ کے روم میں چور گھس آیا تھا آگ روشن کرنیکی غرض سے مرحوم اس حجرہ میں گئے تو یہہ چور ملا ننگے پیر تھا تاہم اس کو عقب سے جا پکڑا اور گھر والوں کو پکارا لیکن کوئی بھی نہیں آیا یہہ چور کوشش کر کے اس کے گرفت سے خود کو علیحدہ کرلیا اور نکل گیا۔

کامیابی امتحان اور عملی تعلیم

تین سال مسلسل تعلیم پانے کے بعد ۱۹۲۶ء کے یکم جولائی کو بذریعہ

تار معلوم ہوا کہ عزیز مرحوم نے اپنے امتحان الکٹریکل انجنیری میں کامیابی حاصل کرلی ہے
اس خبر کے پڑھنے سے بڑی مسرت ہوئی خطوط سے یہہ بھی معلوم ہوتا تھا
کہ اس کالج میں تمام پروفیسر اس سے خوش و راضی اور محبت کرتے ہیں۔
چنانچہ انھوں نے تیسرے سال کی تعلیم کے زمانہ میں بھی ایک دو کارخانوں
کو سفارش کی کہ ان کو عملی تعلیم کے غرض سے شریک کرلیں۔ چنانچہ ان کارخانوں
کے ذمہ دار افسروں نے امید دلائی کہ بعد کامیابی ہم شریک کرلینگے لیکن
جب یہہ کامیاب ہوا تو علاوہ ان کارخانہ جات کے لوگوں کے اور کارخانے
والوں نے بھی شریک کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی لیکن انھوں نے
اس خیال سے کہ مسٹر وپاہان ویکرہ۔
بہت بڑی کمپنی ہے اس میں شرکت کا وعدہ ہوا ہے دوسرے کمپنیوں
کو جواب دیدیا کہ میں شریک نہیں ہوتا جب اس کمپنی میں شرکت کی اجازت
کے لیے گیا تو انھوں نے عدم گنجایش کا عذر کیا۔ اس وقت یہہ بہت پریشان
ہوا آخر میں مجبور ہو کر جرمنی جانیکا ارادہ کرلیا۔

جرمنی میں عملی تعلیم کا حصول

چنانچہ وہ جرمنی میں جہاں اس کی موت لکھی ہوئی تھی قیام و
عملی تعلیم کے غرض سے گیا جب یہہ جانے لگا تو اپنے پاس کے انسائیکلوپیڈیا

کے کتب عزیز رنگاریڈی کو بھیجکر ان کے پاس کے سٹ کو بورڈنگ کو تحفتہً دینے کے لیے لکھا اس کے علاوہ انگلستان کے مقیم ریڈی طلباء بھی چندہ کرکے بہت سے کتب خرید کر بورڈنگ کو روانہ کئے جن میں یہہ بھی شریک تھا۔

جرمنی جانے کے بعد ماہ اپریل ۱۹۲۶ء تک ایک چھوٹے کارخانہ میں شریک رھکر کام کیا۔ اس کے بعد یکم اپریل سی ایک سال کے معاہدہ سی سیمین شکر کمپنی جو بجلی کے آلات کے بنانیکا کارخانہ ہے اس میں روزانہ ایک لاکھ آدمی کام کرتے ہیں شریک ہوکر کام کیا ہر چھوٹی چیز سے لیکر بڑی چیز کے بنانیکی وضع و ترکیب سی واقف ہوگیا ایک سال کی مدت ختم ہوتے ہی ۱۹۲۷ء کے ماہ اپریل میں کارخانہ والوں نے عمدہ سارٹیفیکٹ دیا اس کے بعد دو اور چھوٹے کارخانوں میں جہاں مختلف چھوٹے چیزیں بناتے ہیں جاکر شریک ہوکر کام سیکھا۔ آخر میں برگمین کمپنی میں کام سیکھنے کی غرض سی شریک ہوا جب ماہ سپٹمبر ۱۹۲۸ء میں عزیزاں مدسودن اور جگن موہن ہندوستان سی جاتے ہوئے جرمن اپنے بھائی سے ملنے کے لیے گئے تو ان عزیزوں کے خطوط سی معلوم ہوا کہ اپنے کام میں اسقدر منہمک رہتا تھا کہ صبح کے (۶) بجے کارخانہ کو جاتا اور شام کے (۶) بجے کو وہاں سی مکان آتا تھا اسوقت اس قدر تھک کر آتا تھا کہ وہ کسی کام کے کرنیکے لائق نہیں ہوتا تھا

چنانچہ دوسرے ذرایع سے بھی یہہ معلوم ہوا کہ اس کو سوائے کام سیکھنے کے اور کوئی کام نہ تھا فضول وقت ضایع نہیں کیا کرتا تھا مکان آتا تھا تو اپنے فن کے کتب پڑھنے میں مصروف ہوجاتا اس پر دوسرے شایقین سے بحث ہوتی رہتی تھی جن کارخانہ جات میں انھوں نے کام کیا ان لوگوں نے عمدہ الفاظ میں صداقتنامہ جات عطا کئے۔

دیگر مصروفیات

باوجود اسقدر مصروفیت کے بھی انڈین اسوسی ایشن کا ممبر تھا وہاں بحیثیت معتمد کے کام انجام دیتا تھا اور جس قدر بڑے لوگ ہندوستان سے جرمن کو جاتے ان کی خاطر تواضع کرنا اپنا عین فرض خیال کرتا تھا جبکہ راجہ نائین رنگا ریڈی صاحب انگلستان سے جرمن کو جانیوالے تھے تو عزیز مرحوم نے مجھکو لکھا کہ راجہ صاحب تشریف لانیوالے ہیں اگرچیکہ آپ کے اور ان کے درمیان صفائی نہیں ہے تا ہم مجھکو ان خیالات کی مطلق پرواہ نہیں ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ جن اخلاق سے پیش آنا چاہیئے میں اس طرح صفائی قلب سے پیش آونگا۔ آپ اس کو معاف کرنا میں نے اس کے جواب میں لکھکر بھیجا کہ تمہارے ان خیالات سے میں بہت خوش ہوا میں اس طبیعت کا آدمی نہیں ہوں کہ معاملات

میں اگر کچھ دلی کدورت پیدا ہو تو اس کا اثر ذاتیات پر ڈالوں ۔ وغیرہ
چنانچہ جب اس کے انتقال کی خبر راجہ صاحب نے سنا اسی وقت تشریف
لائے اپنے رنج کا اور مرحوم کے نیک خصلت اور خیالات کا اظہار کئے
قیام انگلستان و جرمن میں اخبارات کو مضامین لکھا کرتا تھا چنانچہ
ایک مضمون حیدرآباد اور اوس کی بیسویں صدی سے
سرخی سی لکھا ہوا میرے نظر سی گزرا جس کی نقل اس میں کیجائیگی معلوم ہوا
کہ تقاریر بھی کیا کرتا تھا ۔ معلوم نہیں اس کی اصلیت کس درجہ تک ہے
لیکن پولٹیکل معلومات بھی اپنے فن معلومات کیساتھ ساتھ رکھتا تھا ۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاوہ فن کے کتب کے دوسرے کتب کا مطالعہ بھی
کیا کرتا تھا ۔

مادر وطن کی ہمدردی

اس کے خطوط موسومہ رنگاریڈی سے یہہ خیالات ظاہر ہوتے
تھے کہ ہمارا ملک درست ہوجائے ترقی کرنا شروع کرے ملک سے
غربت چلی جاوے غریب لوگوں کی امداد کیلئے اچھوت لوگوں کے
ساتھ اچھا سلوک کیا جاوے ان سی نفرت نہ کیجاوے اور ان پر سختی کا
برتاؤ نہ ہو صنعت و حرفت میں ترقی ہو اس کے انتقال کے بعد عزیز
جگن موہن کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ ڈاکٹر ملا ریڈی جو ولایت میں

زیر تعلیم ہیں ان سے یہہ کہا کرتا تھا کہ جب میں ہندوستان جاؤنگا تو میرے معلومات کے ذریعہ میں غریب بچوں کو تعلیم دیکر ان کو لائق بناؤنگا۔ مجھ کو ہمیشہ خط میں لکھا کرتا تھا کہ گلاس فیاکٹری جو حیدر آباد میں قائم ہوئی ہے اس کی کیا حالت ہے۔ اس کی ترقی کے لیے مدد دیجائے شیئر لیئے جاویں۔ ایک جگہ ایسی ابھی سے منتخب کی جاوے جہاں مٹی کے برتن وغیرہ کا کارخانہ قائم ہو سکے کویلہ و پانی وریل قریب میں ہو اس سے اس کا خیال معلوم ہوتا تھا کہ ایک اس قسم کا کارخانہ قایم کرنیوالا ہے یہہ بھی کہتا تھا کہ ہندوستان میں پیتل و تانبے کے پتر بنانے کے کسقدر کارخانے ہیں اگر کارخانوں و تجارت کے متعلق کتب مل سکتے ہوں یا رپورٹیں ہوں تو ارسال کئے جاویں میں جس حد تک کتب مل سکے روانہ کیا یہہ بھی لکھا کہ اگر کوئی لڑکا لکڑی فرنیچر بنانیکا فن سیکھے تو ہمارے پاس لکڑی بہت ہے پس وہ بہت جلد سیکھکر ملک میں کارخانہ قایم کرسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے تو بھجوا دیجئے۔ میں اس کی شرکت کا انتظام کرتا ہوں۔ جناب کوتوال صاحب کی خدمت میں دو سال کا عرصہ ہوتا ہے ایک خط لکھا شاید وہ خط ماہ مئی کا لکھا ہوا ہے میرے ہی توسط سے بھیجا گیا اس کا مطلب یہہ تھا کہ زراعت کی تعلیم ہم لوگوں میں کم ہے پس اگر آپ ایک دو بچوں کو تعلیم دلادیں تو بہتر ہے اس کے لیے میں اپنے الونس میں سے

یعنی (جو پیسے اخراجات قیام جرمن کے زمانہ میں (۲۵) پونڈس ماہانہ ملا کرتے تھے) اسمیں سے پچاس روپیہ بچا کر میں اسکی تعلیم کے غرض سے دیونگا بشرطیکہ آپ بھی بذریعہ چندہ ماہانہ ایک سو فراہم کریں یہہ میرا معاہدہ اگست تک قایم رہیگا اس سے اس کا یہہ منشاء تھا کہ کسی نہ کسی طرح یہاں ایک سو روپیہ چندہ کرنے پر ممبران بورڈنگ مجبور ہو جاویں اس کے لیے بطور ترغیب پچاس روپیہ اپنے اخراجات میں تنگی کر کے دینے پر آمادہ تھا ان خیالات سے اس کا اندازہ خود ناظرین کرلیں کہ اسکے خیالات کیسے اعلے اور مستحسن تھے خدا کو منظور نہیں تھا کہ ایسے صفات والا طویل العمر ہو کر ملک وقوم کو فائدہ پہونچا کر باعث فخر و ناز ہوتا یہہ ہماری بدقسمتی ہے خداوند عالم مالک ہے اس سے ہماری کیا شکایت ہے سوائے صبر اور شکر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

بورڈنگ کو بجلی سے چلنے والی گھڑیاں روانہ کر کے کوتوال صاحب کی خدمت میں جو اس کے جنرل سکریٹری ہیں لکھا کہ اس سے یہہ مقصد نہیں ہے کہ صرف ٹایم دیجاے بلکہ اس ٹایم کی قدر و قیمت سے بچے واقف ہوں اور وقت پر اپنا اپنا کام کرنا سیکھ لیں۔

ایک سینما بھی روانہ کیا جس سے بچوں کو ایسے فلم دکھلائے جائیں جن کے دیکھنے سے ان کی تعلیم و تربیت و اخلاق میں ترقی ہو۔

ازدواج کے نسبت خیالات

شادی کے متعلق ایک دو وقت اشارتاً وکنایتاً عزیز رنگاریڈی نے دوسرے پیرایہ میں لکھا اس کا جواب یہہ دیا کہ انسان کے پیدایش و زندگی کا مقصد شادی نہیں ہے شادی ایک ضمنی چیز ہے اس کا یہہ خیال تھا کہ کمسنی میں شادی نہ کی جائے انسان پڑھ لکھ کر کام کے قابل ہو اس کے بعد اگر اس کو حالات مجبور کریں کہ شادی کی جائے تو اس وقت شادی کا کرنا مناسب ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ شادی و دیگر رسومات میں جو رسومات اور خرافات ہوتے ہیں اس سے وہ بالکل ناراض تھا۔ یقین کیا جاتا تھا کہ اگر وہ ہندوستان آتا اور زندہ رہتا تو خود کی شادی کے متعلق وہ آسانی سے راضی نہیں ہوتا اور ہندوستان میں جو رسومات حقیقت میں بیکار رائج ہیں اس سے متنفر اور اس کے پابند پسند تو نہیں کرتے لیکن خاموش رہنے والوں سے متفق نہیں رہتا تھا۔

مرحوم کی یہہ خواہش تھی کہ عملی کام تو سیکھا تھا لیکن تجارت میں تجربہ حاصل کیا جاوے ذاتی سرمایہ سے تجربہ حاصل کرنے کے بجائے دوسروں کے سرمایہ سے یہہ تجربہ حاصل کیا جائے پس چند ماہ قبل سے اس کی یہہ کوشش رہی کہ کسی کارخانہ میں ملازم ہو کر ہندوستان میں

تجارت وغیرہ میں کام کیا جاوے پس برگمین کمپنی میں جہاں
یہہ کام سیکھتا تھا اس نے کوشش کی ان لوگوں نے اس کو ہندوستان
صوبہ بمبئی میں بہ حیثیت اپنے نمایندہ کے کام کرانیکے غرض سے بھیجنے کے
خیال سے آفس میں ان سے کام لینا شروع کیا اور ماہانہ (۲۵۰) مارکس کا
معاوضہ مقرر کیا میرے یہہ لکھنے پر کہ یہہ معاوضہ ماہانہ ہے یا ہفتہ وار تو
جواب دیا کہ یہاں مجھ سے لایق لایق لوگ جرمنی موجود ہیں لیکن ان کی
تنخواہ میری تنخواہ سے بھی کم ہے مجھ کو یہہ تنخواہ ابتداءً دیرہے ہیں تو
مجھ کو خود تعجب ہوتا ہے کہ کیوں یہہ اس طرح دیرہے ہیں وغیرہ جب
یہہ الونس یاب ملازم ہوا تو مجھ کو لکھا کہ مجھ کو کمپنی سے کچھ معاوضہ ملتا ہے
لہذا میرے لیے جو رقم روانہ کی جاتی ہے اس میں کمی کی جاوے میں
اس کے جواب میں اسی قدر لکھا کہ تمہارے خط آنے تک چار ماہ کی
رقم روانہ کردی جاتی ہے اس رقم کے خرچ ہونیکے بعد جس وقت تم جسقدر
رقم کے روانہ کرنے کے لیے لکھوگے اس قدر رقم روانہ کرونگا یہہ رقم مرسلہ
آخر جنوری تک ہوجاتی تھی یعنے ماہانہ (۲۰) کے حساب سے اور اس کا انتقال
بھی آخری جنوری کو ہوا۔ بعد میں جگن موہن کے خط سے معلوم ہوا اور
عزیز رنگاریڈی کے موسومہ خط سے بھی یہی معلوم ہوا کہ اس کو اس کا
خیال ہوگیا تھا کہ تینوں بھائیوں کے ولایت آنے سے مجھ پر اخراجات کا

زیادہ بار ہے عزیز جگن موہن سے یہہ کہتا تھا کہ دیکھو جگن موہن ہم تینوں ولایت میں ہیں والد پر زیادہ بار پڑ رہا ہے ہمکو چاہئے کہ محنت سے مشقت سے اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھو۔ آخر میں برگمان کمپنی نے ان کو بمشاہرہ (للعہ) کلدار فروخت مال پر صفائی (۸ ر) کمیشن پر بمبئی صوبہ کا نمایندہ مقرر کیا۔ مجھ کو اس کی اطلاع دیا کہ بمبئی میں ایک کمپنی کی تشکیل ہوئی ہے۔ وہ برگمان کی ایجنسی لینا چاہتی ہے کمپنی نے علاوہ دیگر شرایط کے یہہ بھی شرط لگائی ہے کہ ہمارے طرف سے ایک نمایندہ وہاں رہے۔ وہ بی۔جے ۔ریڈی ہیں جب میں اس تنخواہ کو قلیل ہونا ظاہر کیا تو مجھکو لکھا کہ ہندوستانی کا تقرر ہی بہت غنیمت ہے اور جو تنخواہ دیجاویگی وہ بہت ہے میں صرف تین سال کیلئے قبول کیا ہوں اس سے زیادہ میں رہنا نہیں چاہتا۔

انتقال پر ملال

ماہ مارچ ۱۹۲۹ء کے آخر میں نکل کر آنیکا خیال تھا تمام تیاری شروع کردی تھی مجھ کو لکھا کہ میں عمدہ عمدہ کتب خرید کرنا چاہتا ہوں کچھ رقم روانہ کی جائے چنانچہ میں نے اس غرض کیلئے ایک سو پونڈ روانہ کردیا۔ مجھ کو لکھا کہ میں یہاں سے نکل کر ترکی۔ امریکہ۔ جاپان۔ چینا کی سیاحت کرتے ہوئے آؤنگا۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اخراجات بجہت

ہونگے اس میں یہہ بھی لکھا کہ ابھی تک بمبئی والوں کے ایجنسی کا تصفیہ
نہیں ہوا ایس میں وہاں آنیکے بعد ایک منٹ بھی بیکار نہیں بیٹھونگا لہذا
میرے لیے کام پیدا کیا جائے میں اس کے جواب میں یہہ لکھا کہ اخراجات
کا خیال مت کرو ان تمام مقامات میں پھیر و واپسی میں رنگون بھی جاکر
آو جس قدر رقم کی ضرورت ہو طلب کرو کام کے متعلق لکھا کہ تم کو اس
کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہی بنگلور میں اولن مل ہی اس میں بحیثیت
ایجنٹ کے کام کرسکتے ہو یا ٹاٹا سے کے ہائیڈرو الکٹرک میں تم کو تمہارے
لایق کام مل سکتا ہے وغیرہ لیکن افسوس وہ خط اسی روز شام لکھا گیا جس
روز صبح میرے پیارے عزیز مرحوم کا انتقال ہوچکا تھا کسے خبر تھی کہ
ایسا واقعہ ہوگا اگر وہ زندہ رہتا تو میرے اس جواب کو دیکھکر ضرور
خوش ہوتا۔

عزیز مدسودن کو مرنے کے ایک ماہ یا سوا ماہ قبل ایک (آلہ) انجینیرنگ
کے متعلق تحفتہً روانہ کیا اس پر عزیز مدسودن نے
مجھکو لکھا کہ بھائی نے ایک آلہ انجنیرنگ کے متعلق روانہ کیا ہی جس کی قیمت
(۱۲) پونڈ سے بھی زیادہ ہوگی میں خدا کا بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے
مجھکو ایک فیاض بڑا بھائی عطا فرمایا۔

ہائے افسوس کہ خدا نے ان عزیزوں کے سرپرستی کے لیے فیاض

بڑے بھائی کو قایم نہیں رکھا جس سے ان کو فخر کرنے کا اب کوئی موقع نہیں ہے ۔

اسباب موت

معلوم ہوا کہ ابتداء اکٹوبر سے مرحوم کو یہ خیال ہوا کہ جسمانی قوت بڑھائی جائے اس مقصد براری کے لیے باکسنگ (گھونسہ بازی) سیکھنا شروع کردیا اس کے علاوہ روزانہ دم بنانے کے لئے بھاگنے کی مشق بھی کیا کرتا تھا افسوس کہ اسی خیال میں اس کے موت کا سامان تیار ہو رہا تھا جس روز یعنے ۳۰ جنوری کو باکسنگ تھی اس روز کمپنی سے ہی میرے نام خیرت کا خط لکھا حوالہ ٹپہ کرکے ۶ بجے شام مکان آیا اپنے دوست مہدی علی مرزا کو ساتھ لیکر یونیورسٹی کے مقابلہ میں شریک ہونے کے لیے گیا پہلے چکر میں گرا پھر اٹھ کر دوسرے بار لڑا اس وقت مد مقابل والے کا گھونسہ پیشانی پر پڑا یہ اس شخص کے بالکل متصل تھا پس اس ضرب سے اپنے پیر پر کھڑا نہ رہ سکا سر کے بل فرش پر گرا اس صدمہ سے کھوپری پھوٹی دماغ ہل گیا ایک رگ جس کے ذریعہ خون کا دوران رہتا ہے ٹوٹ گئی واقعہ ساڑھے آٹھ بجے شب کا تھا نو بجے تک دواخانہ پہونچایا گیا وہاں حتی الامکان علاج رہا ہوش میں نہیں آیا

اڑھائی بجے اس دنیائے فانی سے ہم سب کو تا زندگی رنج میں مبتلا کرکے دوسری دنیا میں با امن سکونت پذیر ہونے کے لئے رخصت ہوا۔

اس کے وفات میں تین (جیم) کی شرکت ہے ملک جرمنی میں جنوری کے آخر تاریخ نے جنار دھن کی زندگی کو آخر کر دیا یہ بھی خدا کی شان ہے۔

اس وقت میرے پاس اس کے دو یادگار چیزیں ہیں ایک تو ٹائیپ رائٹر دوسرا ایک ڈریسنگ کیس جس کو چھوٹے سایز میں خاص طور پر برسٹل میں بنوا کر این۔ این ریڈی کے آتے وقت ۱۹۲۵ء میں بھجوایا تھا یہ دونوں اس وقت میرے زیر استعمال ہیں شکر ہے کہ اس کی یادگار کے طور پر یہہ دونوں چیزیں میرے استعمال میں ہیں۔

ہندوستان اسوسی ایشن سینٹرل یورپ

مختصر سوانح حیات مسٹر پی۔ جے ریڈی

مسٹر جنار دھن ریڈی آنجہانی ۱۹۰۲ء میں بمقام حیدرآباد دکن پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے مسکونہ شہر میں پائی۔ ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد سینیر کیمبرج کے امتحان میں شریک ہوئے اور اوس میں کامیاب ہوئے۔ انگلستان جاکر جامعہ برسٹل میں داخل ہوئے۔ جامعہ مذکور سے انجینیری میں بی۔ ایس سی۔ کا اعزاز حاصل کیا۔ اپنی ذکاوت طبع اور ذوق علمی کے باعث انھوں نے جامعہ مذکور میں اور اُس سے باہر امتیاز حاصل کیا۔ اونکی اعلیٰ سیرت کے خصوصیات اہم سے یہہ تھا کہ انھیں اپنے ملک اور اہل ملک سے عشق تھا۔ اپنے ہم وطنوں کے ساتھ اون کی احتیاج کے وقت پر رفاقت کرتے تھے۔ اس صفت کی وجہ سے بزمانہ تعلیم جامعہ برسٹل وہ نہایت ہر دلعزیز تھے

چار سال کا عرصہ ہوا کہ وارد جرمنی ہوئے اور سیمین الیکٹرک ورکس میں کام کرتے تھے محض میکانی کتب کے مطالعہ پر وہ اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ اس کا شوق رکھتے تھے کہ اس قسم کا کوئی عوامی کام انجام دیں جو ہم جنسوں کیلئے مفید ہو۔ آنے کے ساتھ ہی وسطی یورپ کی انجمن ہندوستان کے اعزازی معتمد

منتخب ہوئے اس اعزازی خدمت کو انھوں نے اس وجہ سے قبول کیا کہ وہ ایک عملی آدمی تھے سیمین الیکٹرک ورکس میں کام کرتے رہنے کے باوجود کارہائے انجمن کی توسیع میں اپنا بیشتر وقت صرف کرتے تھے۔ اون کے عہد میں انجمن نے تازہ حیات اور قوت حاصل کرلی تھی۔ اون کی جدوجہد سے تمام ہندوستانی جو برلن میں تھے اس تنظیم میں نہایت دلچسپی لینے لگے۔ جو لوگ انجمن کی مخالفت میں کام کرتے تھے اخلاقی دباؤ کیوجہ سے محترز ہوگئے۔ علاوہ بریں انجمن میں مختلف اقطاع ہند اور دیگر مقامات کے تقریباً جملہ اخبارات آنے لگے۔

سیمینس ورکس اور ٹیکنیک ہاشکول میں عملی کام کی تعلیم ختم کرنیکے بعد برگمین الیکٹریکل ورکس میں بحیثیت انجینیر شاخ ماورالبحر داخل ہوئے وہاں جن لوگوں سے اون کی ملاقات تھی وہ سب اون سے محبت کرتے تھے اور اون کا احترام کرتے تھے۔ ہندوستان میں وہ ادارہ مذکور کے نمایندہ مقرر ہونے والے تھے "برگمین" کو اون سے بہت بڑی امید ہوگئی تھی اس لئے کہ وہ ایک حقیقی تجارتی دماغ کے شخص تھے۔ تجارتی کاروبار کی اہمیت اون میں بدرجہ غایت ودیعت تھی۔

ہندوستانی انجمن وسطائی یورپ کے ایک جلسہ میں انھوں نے آلہ نشر الصوت کے متعلق ایک دفعہ نہایت دلچسپ تقریر کی تھی انھوں نے

اپنی تقریر کے موضوع پر ملکہ حاصل کرلیا تھا کیونکہ جو لوگ حاضر جلسہ تھے اُن کے
عمیق معلومات کے باعث غریق استعجاب تھے ہم کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ
جن کارخانوں میں وہ جایا کرتے تھے یا جہاں پر کام کرتے تھے وہاں سے وہ
حرفتی مواد لیا کرتے تھے تاکہ آئندہ اس کو ہندوستان میں استعمال کریں۔
بعض اوقات ہندوستان کے متعلق عام مضامین پر بھی خامہ فرسائی
کرتے تھے۔ ۱۹۲۵ء کے اخبار بھارت واقع اکسفورڈ کے ایک پرچہ میں
انھوں نے بعنوان "حیدرآباد اور بیسویں صدی" ایک مضمون لکھا تھا۔
جن لوگوں نے اس مضمون کو پڑھا ہوگا اون کے دلوں میں کاتب مضمون
کی یاد ہوگی۔

دو سال تک وہ انجمن کے معتمد رہے۔ بعد میں بوجہ افراط کار انھوں نے
انجمن کے کاموں سے سبکدوشی حاصل کرلی۔ اس کے ما سوا انھوں نے
وطن واپس آنے کا تصفیہ کرلیا تھا۔

اون کا دل امیدوں سے لبریز تھا۔ اون کا خیال تھا کہ جب ہندوستان
واپس جاؤنگا تو اپنے ملک اور اہل ملک کی خدمت کرونگا۔ مگر وہ موت کا
شکار ہوگئے جس سے کسی کو مَفر نہیں ہے۔ نہایت سرگرم کھلاڑی تھے
اور اوس میں بہت تیز دلچسپی لیتے تھے۔ یونیورسٹی کے مقابلہ مشت زنی
میں وہ شامل ہوئے تھے کہ باثنائے حملہ دوسرے پھیرے میں اون کی

ٹھڈی پر ایک ضرب مشت لگی جس سے وہ پشت سر کے بل زمین پر گر پڑے
اور بیہوش ہو گئے۔ فی الفور اون کو شفاخانہ ولسینٹڈ میں رجوع کیا گیا۔
یہاں پر بہترین اطبائے حاذق کا علاج ہو رہا تھا کہ بتاریخ ۳۱ ماہ
جنوری ۱۹۲۹ء شفاخانہ ہی میں جان بحق ہو گئے۔

موت کی خبر نے ہمارے قلوب پر ایک صدمہ کا کام کیا ہم میں سے
بیشتر کو اون کی موت کا یقین نہ آتا تھا۔ عہدہ داران شفاخانہ نے مسٹر مرزا
کو اطلاع دی جو کہ بوقت حادثہ موجود تھے اور جنھوں نے بمعیت "عہدہ داران
ہاسٹل" اون کو شفاخانہ پہونچایا تھا۔ مسٹر مرزا نے اون کی المناک موت کی خبر
معتمد صاحب انجمن کو دی۔ ہم علی الصباح شفاخانہ پہونچے۔ ٹیکنیکل
ہائی اسکول کے طبیب ڈاکٹر بائے اور بہت سے دیگر اصحاب شفاخانہ میں
آئے۔ ڈاکٹر بائے نے ہم لوگوں سے یہہ کہا کہ اس معاملہ میں ہر قسم کی
ممکنہ امداد دینے کے لئے میں آمادہ ہوں۔

ہم نے انگلستان کو دونوں بھائیوں کے پاس یہہ تار دیا کہ
فی الفور برلین آجاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ آپہونچے۔
اس موقعہ پر یہہ تذکرہ ضروری ہے کہ صدر نشین صاحب انجمن مسٹر مرزا
نے بحیثیت ایک برادر کے اپنا فریضہ ادا کیا (کیونکہ یورپ میں اون کا
جیسا بہترین اور عزیز ترین ممکنہ دوست ملنا دشوار تھا) انجمن نے فی الفور

ایک تعزیتی جلسہ بتاریخ ۴ ہ فروری ۱۹۲۹ء منعقد کیا مسٹر ریڈی آنجہانی
کے احباب اور شناسائیوں میں سے ایسا کوئی نہ تھا جس نے شرکت نہ کی ہو۔
کارخانہ برگمین الیکٹریکل ورکس کے نمایندہ بھی شریک جلسہ تھے۔ برگمین
الیکٹریکل ورکس کی جانب سے ایک خطِ ہمدردی بھی وصول ہوا جس میں
اپنے گم گشتہ رفیق کے لئے انھوں نے عمیق ترین تاسف کا اظہار کیا تھا۔
اسی طرح ڈاکٹر واگز اور بہت سے دیگر اصحاب کے یہاں سے بنامِ انجمن تعزیتی
خطوط وصول ہوئے۔ سوامی ست دیو صاحب کو جو اوس زمانہ میں وہاں
تشریف رکھتے تھے صدرنشین صاحب انجمن نے کرسی صدارت پر بٹھایا۔
سوامی جی نے مسٹر ریڈی آنجہانی کے لئے شاندار الفاظ میں باج تحسین ادا
کیا اور یہہ بیان کیا کہ ہم کو اپنے اوس رفیق عزیز کے کارہائے حسنہ سے
سبق لینا چاہیئے جو اپنا وقت نہ صرف کھیل اور مطالعہ میں صرف کرتا تھا
بلکہ اپنے ابنائے جنس کے مشترکہ مفاد کے کاموں میں کوشاں رہتا تھا۔
صدرنشین موصوف کی خواہش پر مسٹر مرزا نے مسٹر پی جنار دھن ریڈی
آنجہانی کے مختصر واقعات زندگی بیان کئے اور وقوعِ حادثہ کی توضیح کی۔
اس موقع پر تمام مجمع مبتلائے غم والم پایا جاتا تھا۔ مسٹر مرزا نے مسٹر ریڈی
آنجہانی کے ساتھ اپنے تعلقات کی توضیح کر کے حسبِ ذیل رزولیوشن کی
تحریک پیش کی۔

"آنجہانی کے والدین کے نام ایک بحری تار اس مضمون کا ارسال کیا جائے جس میں ہمارے عمیق ترین تاسف کا اظہار کیا جاے" مسٹر شیخ نے اس رزولیوشن کی تائید کی اور بالاتفاق رزولیوشن پاس کرلیا گیا۔

مسٹر جے نائیڈو نے حسب ذیل رزولیوشن کی تحریک کی:۔

"وسطانی یورپ کی انجمن ہندوستان مسٹر بی ۔جے ریڈی سابق معتمد انجمن ہذا کی المناک اور حسرتناک موت پر غم کرتی ہے اور اس انجمن کی نسبت جو گوناگون خدمات اُنھوں نے انجام دی ہیں اون پر اپنی سرگرم پسندیدگی کا اظہار کرتی ہے نیز ریڈی صاحب کے افراد خاندان کو اون کی محرومتیت میں اپنی قلبی تعزیت ادا کرتی ہے"۔

مسٹر نائیڈو نے یہہ بیان کیا کہ ہمارا غم زیادہ تر کچھ شخصی نقصان کے لیے نہیں ہے بلکہ بیشتر غم ایک ایسے قابل قدر نوجوان کے اُٹھ جانے پر ہے جس میں اپنے مادری ملک کی خدمت کیلئے اپنی زندگی اور قوت قربان کردینے کا فروزاں جوش بھرا ہوا تھا ۔" کیونکہ اس کا علم صرف ہندوستان کو ہے کہ اپنے نوجوانون کی خدمات کی اوس کو کس قدر سخت ضرورت ہے"

اس رزولیوشن کی تائید مسٹر ورما نے کی تھی جنکی نسبت یہہ تبلادیا جاتا ہے کہ ہندوستان کی دفتری حکومت کے وہ ایک شکار ہیں

اُنھوں نے ۱۵ منٹ سی زاید مدت تک تقریر کی اور یہہ بیان کیا کہ ریڈی صاحب ہند و مسلم اتحاد کا نمونہ تھے اس لئے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ اون کا برتاؤ اور اون کی محبت برادرانہ تھی - بعد ازاں مسٹر آچاریہ نے جو خارج الوطن ہو چکے ہیں اس رزولیوشن کی تائید کی - اُنھوں نے مشکل سے کچھ کلام کیا ہوگا کہ آنکھوں سی تار اشک بندہ گیا اور پر سکوت وقار کے ساتھ مسٹر ریڈی آنجہانی سے وہ اپنی حقیقی محبت کا اظہار کرنے لگے - اُنھوں نے یہہ بیان کیا کہ مسٹر ریڈی ہمیشہ آتش حب وطن سی فروزاں پائے جاتے تھے - جب کبھی اون سے میری ملاقات ہوتی تھی نہایت شریفانہ طرز سے ملتے تھے اور اپنے ابنائے ملک کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے - اس کے بعد مسٹر پیر نے تقریر کی اور بخاطر تمام اس رزولیوشن کی تائید کی - اُنھوں نے یہہ بیان کیا کہ مسٹر ریڈی آنجہانی دلاویز شخصیت رکھتے تھے اور وہ لوگ بھی جو اُنھیں جانتے نہ تھے اون کے دوست اور مداح ہو جاتے تھے - پروفیسر پنڈت تاراچند سکائی نے اس رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے یہہ بیان کیا کہ مسٹر ریڈی ہمیشہ میرے ساتھ اتحاد عمل رکھتے تھے جبکہ میں انجمن کا صدر نشین تھا اور وہ اوس کے معتمد تھے - مسٹر ریڈی آنجہانی کی زندگی اور نیک سیرت سی ہر شخص کو سبق لینا چاہیئے - اپنے ملک کے مفاد کو وہ سب پر مقدم سمجھتے تھے - اون کی کارپردازیوں کے مدنظر یہہ کہا

جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت وہ ایسے شخص تھے جن کا کھو جانا ہندوستان گوارا نہیں کرسکتا ہے مگر یہہ کہ موت ناگزیر چیز ہے۔ اس کے بعد چند مقررین نے تقریریں کیں اور صدر صاحب نے مسٹر شیخ معتمد انجمن سے حسبِ ذیل رزولیوشن پیش کرنے کا ایما کیا:—

"یہہ کہ بہ سرپرستی ہندوستان اسوسی ایشن (انجمن ہندوستان) جس نے ان اوقات میں اپنا ایک گراں قدر رفیق اور کارکن کھویا ہے ایک سرمایہ بنام سرمایۂ یادگار ڈی قایم کیا جائے۔ یہہ سرمایہ انجمن کی مختلف تحریکات میں صرف کیا جائے۔"

رزولیوشن ہذا کی منظوری کے نسبت توضیح کرنے سے قبل مسٹر شیخ نے یہہ کہا کہ فی الحقیقت ہم سب لوگوں کے لئے یہہ ایک دردناک واقعہ ہے کہ وہ اچانک ہم سے کھوئے جائیں۔ اونھیں اہل ہند و اہل جرمنی سے یکساں محبت تھی اس لئے کہ اُن کی غایت نظر وسیع اور بین الاقوامی تھی۔ یہاں پر کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جس کو مجوزہ سرمایہ میں چندہ دینے سے پس و پیش ہو۔ مسٹر ڈی آنجہانی کی یہہ خواہش تھی کہ انجمن بہترین مالی بنیاد پر قایم کی جائے اور مالی معاونت سے وہ اون ہندوستانی طلباء کے لیے جو اس ملک میں بغرض اعلےٰ تعلیم وارد ہوں سہولت پیدا کیا کرے۔" اگر ہم اون کی خواہش کی تکمیل چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے

اقل زر سے چندہ دینے میں دریغ نہ کرنا چاہیئے"

اس رزولیوشن کی حسب قاعدہ تائید وتقویت کی گئی اور بغلبہ آرا پاس کرلیا گیا اور برسر موقع مبلغ ۲۰۰ مارک کا چندہ ارکان و احباب انجمن کی جانب سے جمع ہوگیا۔ صدر نشین صاحب نے مختصر اختتامی تقریر کی اور جلسہ تمام ہوا۔ جملہ اشخاص بہ نظر احترام آنجہانی چند دقیقہ ایستادہ رہے۔

بتاریخ ۶ فروری ۱۹۲۹ء تحریق گاہ ولمرسڈرف پر جنازہ کے رسوم انجام دئے گئے۔ برگمین ایلیکٹرک ورکس اے۔ جی اور ٹیکنیکل ہائی اسکول۔ اور ہاندبال اشکول۔ کے نمایندگان اور مختلف انجمن ہائے طلبائے علم کے نمایندے جنازہ کے ہمراہ تھے مجمع بہت بڑا تھا کیونکہ جرمنی خواتین واصحاب کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی تھی۔ سربرآوردہ اصحاب میں سی ڈاکٹر بوائے اور اون کے احباب جو کہ ٹیکنیکل ہائی اسکول کی انجمن ترقی ورزش جسمانی سے آئے ہوئے تھے۔ فرد ڈاکٹر روزنیتیال پروفیسر رائے مسٹر منی جی اور انجمن مخالفین شہنشاہیت کے نمایندے اور مسٹر ریڈی کے برادر صاحبان تھے۔

جنازہ کے رسوم روح پرور نغمہ کے ساتھ آغاز ہوئے۔ بعد ازاں پروفیسر رائے نے بحوالہ اشلوک کتاب مقدس ہنود ایک وعظ کیا۔

من بعد ایک مختصر تقریر کی - پھر ڈاکٹر بوائے نے منجانب ٹیکنیکل ہائی اسکول تقریر کی اور یہہ بیان کیا کہ مسٹر ریڈی آنجہانی کے خاندان کے ساتھ ہم لوگ کامل ہمدردی کرتے ہیں اور ان کی محرومیت میں شرکت کرتے ہیں - رسوم کا اختتام ساز موسیقی کے ساتھ ہوا فقط

اے - اے - شیخ

معتمد اعزازی

۱۶۱ - وکٹوریا روڈ ہیڈلنگ لی - لیڈس
مورخہ ۱۳ - ۳ - ۱۹۲۹ء پی کے ریڈی

میرے پیارے چچا!

آپ کے چودہ اور اکیس فروری کے خطوط وصول ہوئے جن کے لئے میں آپ کا بیحد مشکور ہوں - میں سمجھتا ہوں کہ زندگی ایک ناپائدار حباب ہے جس کی بقا عارضی اور گریز پا ہوتی ہے - اس کی حالت ایک ایسی طلسماتی (میجک لانٹن) قندیل کی سی ہے جو تماشائیوں کے لیے ایک نظر فریب نظر مہیا کرتی ہے، اُن کی تفریح کا باعث ہوتی ہے، اُن کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہے اور دیر تک خوش آئند مناظر کو پیش کرنے کے بعد بالآخر ناپید ہو جاتی ہے - ہم یہہ سمجھتے ہیں اور ہمارا یہہ خیال غلطی پر مبنی نہیں ہے، کہ وہ کم از کم تھوڑی دیر تک باقی رہیگی لیکن بعض اوقات وہ یکایک ختم ہو جاتی ہے - اور تماشائی اپنا سا منہ لے کر رہجاتا ہے - ہم منصۂ شہود (اسٹیج) پر ایکٹروں کی حیثیت سے اپنا اپنا مفوضہ پارٹ انجام دے رہے ہیں - فرق صرف اس قدر ہے کہ بعض لوگ اپنا پارٹ عمدگی سے ساتھ انجام دیتے ہیں اور بعض لوگ رسوائی کے ساتھ - مجھے اس امر کی ضرورت نہیں کہ میں اپنے بھائی کے اوصاف یا اُن ممکنات مضمر کا

جو بشرط حیات وہ بروئے کار لاتے، تذکرہ کروں۔ کیونکہ اُن کے اوصاف کا ہمارے خاندان اور فرقہ کو کافی علم ہے۔ سکہ فلزات کی خوبی کے مطابق جانچا جاتا ہے۔

زندگی کے بسر کرنیکا بہترین طریقہ یہہ ہے کہ ہم محنت شاقہ اُٹھائیں اور لذات سے بہت کم مستفید ہوں اور ناگہانی مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔ اب تک ہم پُرامن اور ہموار زندگی بسر کرتے رہے لیکن خدا نے ہم کو تنبیہ کردی کہ ہم ایسی زندگی بسر کرنے کے اجارہ دار نہیں ہیں۔ ہم کو اس سبق کے سیکھنے کے لئے کافی سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی جس کی ہم میں سکت نہیں۔ ایک یا دو دفعہ میں نے اُن کو خواب میں دیکھا اور خوش ہوگیا کہ وہ جیتے جاگتے موجود ہیں۔ لیکن افسوس جب میں بیدار ہوا تو اُن کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہم کو غمگین چھوڑکر وہ عالم باقی میں امن وراحت کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ کسی شخص کی آرزوئیں کلیتہً پوری نہیں ہوتیں۔ یہہ محاورہ کہ "السعی منی والاتمام من اللہ" ایک ایسی حقیقت ہے۔ جو زندگی کی کامیابیوں اور ناکامیوں کے فلسفہ کا نچوڑ ہے اور جس کی حقانیت کے متعلق ہمارا دیرینہ تجربہ شاہد ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ اس محاورہ میں دریا کو کوزہ میں بند کردیا گیا ہے۔

انسان خاک کا پتلا ہے۔ خاک سے ابھرتا ہے اور خاک میں مل جاتا ہے۔ ایسا جسم جس کی حفاظت، پرداخت اور پرورش ۲۶ سال تک ہوتی رہی، دو چار منٹ کے عرصہ میں تودۂ خاکستر بن کر رہ گیا جو کسی شخص کے لئے بھی کارآمد نہیں ہے۔ ایک صحیح الدماغ آدمی اپنے ہوش و حواس کھو دے اگر شدتِ غم کے ساتھ ساتھ اُس کے کانوں میں مردہ کے جلنے کی دلخراش آواز آتی ہے۔

غالباً والد کا یہہ خیال ٹھیک ہی کہ قسمت کے ستارے نے ہمارے خاندان سی منہ پھیر لیا ہے۔ لیکن ہم کو خدائے کارساز پر بھروسہ کرنا چاہیئے جس نے اس روشن کائنات کو، گردش ایام کو اور پاک زندگی کی دوسری نشانیوں کو پیدا کیا۔ کیا میں توقع کرنیکی جرأت کرسکتا ہوں کہ آپ اس صدمہ کو جرأت کیساتھ برداشت کرینگے اور اس کی وجہ سے ترقی اور کامیابی کی راہوں کو مسدود نہ کر دینگے۔ ہم کو یہہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ میرا برادرِ عزیز ایک مہمان تھا جو انیس سال کی عمر میں ہمارے خاندان سے اور ۲۶ سال کی عمر میں اس کائنات سے جدا ہو گیا۔ وہی قسمت کا دھنی ہے جو چین کے ساتھ زندگی کو خیرباد کہتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ ہماری کامیابی اور فیروزمندی ہی ایک ایسی

چیز ہے جو فائدہ مند ہو سکتی ہے اور جو ہمارے خاندان کی تسلی کا سامان مہیا کر سکتی ہے۔ اپنے مغموم خاندان کو منوّر کرنے کی ہم ممکنہ کوشش کر رہے ہیں۔ میں میٹرک کامیاب کرنیکی بیحد کوشش کر رہا ہوں۔

میں جنار دھن رڈی صاحب کی ایک بڑی فوٹو بھیج رہا ہوں۔ جو اُن کی حقیقی شکل و شباہت کا آئینہ ہے۔ میں نے سدرشن کا خط اڈنبرا بھیجدیا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ خریت سے ہونگے معاف فرمایئے کہ میں نے ایسا جذبات انگیز خط لکھا فقط۔

آپ کا مخلص

پی۔ جے۔ ایم۔ رڈی

اقتباس خطوط تعزیت موسومہ والد و برادران آنجہانی و دیگر اصحاب

برلن

۵ فروری

صاحب موصوف ہر شخص کے ساتھ اس درجہ مقبول تھے کہ اس اندوہناک واقعہ کو اون کے احباب کثیر میں سے جس نے سنا اُس کو سخت صدمہ پہونچا۔ برلن کی ہندوستانی انجمن نے جس کے وہ معتمد اور تارہ قطب تھے تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ اون کے بہت سے احباب صادق تھے جن کا پتہ مجھکو اوس عظیم معاونت سے جو میری مصیبت میں مجھکو ملی۔ یہہ لوگ تقریباً دو تا تین صد اہل جرمنی و ہند پر مشتمل ہونگے ان میں سے ہر ایک ان کا دوست یا واقف کار ہے۔

بھائی کے متعلق میں نے کچھ زیادہ بیان نہیں کیا ہے اس لئے کہ وہ زاید از ضرورت ہے اون کے اعمال خود بول رہے ہیں۔

سخت قلق اور اندوہ اسباب کا ہے کہ سات سال تک بعمر نوجوانی یورپ میں رہکر اور ایک دفعہ بھی آپ پاس یا والدہ کے پاس وطن واپس نہ آئے۔ دو مہینہ اور گذر جاتے تو وہ آپ کی خدمت میں ہوتے

شرحدستخط مدسودن

جاگو اسٹریٹ ۳۶ - ۲   ۶ - فروری ۱۹۲۹ء

برلن

ایسے شخص کا کھو جانا ہمارے لیے ایک جگر خراش حادثہ ہی
جو کہ حقیقتاً روح ذکاوت تھا جس نے اون دقتوں پر غالب آنے میں
جو اون کی کامیابی کے راستہ میں حایل تھیں اس قدر محنت شاقہ اُٹھائی
تھی - اون کی رائے مستقل ہوا کرتی تھی مطمح نظر بالغ تھا جس کے مداح
یہاں کے جملہ ہندی اصحاب ہیں - .... گذشتہ بار
جبکہ میں اون کے پاس تھا جب کبھی زمرہ احباب میں وہ گفتگو کرتے
تھے تو ہمیشہ اون سے یہہ بیان کیا کرتے تھے کہ ہندوستان کیونکر ترقی
کریگا - اون کا قول تھا کہ تمام ہندوستانیوں کو اس طرح سے باہم
اعانت اور ملکر کام کرنا چاہئے جیسے کہ وہ سب گویا پردیس میں ہیں اور
تب جاکر انھیں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے - برلن میں اگر کوئی شخص
تنگدست ہوجاتا تھا تو وہ اوس کی مالی امداد کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے
لوگ ایسے ہیں جو اون کا نہایت احترام کرتے ہیں اور اون کو ایک
بلند پایہ عظیم الشان تصور کرتے ہیں
پلاریڈی اور دوسرے اصحاب سی یہہ کہا کرتے تھے کہ جب میں ہندوستان

جاؤنگا تو غریب لڑکوں کو فراہم کرونگا اور اون کو بہت کچھ عملی کام کی تعلیم دونگا۔

شرحدستخط۔ پی۔ جے۔ ریڈی

اقتباس خط تعزیتی موسومہ وینکٹ راما ریڈی صاحب۔

"ہائی کلفس" حیدرآباد دکن - منجانب برگمین الیکٹریسٹائس ورکس ایکٹینگسلس شیافٹ برلن ابن ۶۵

۱۴- فروری ۲۹ء

اون کی اچانک موت سے بھی ہمکو عظیم صدمہ ہوا۔ آپ کے فرزند ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے کام کرتے تھے اور اس اثناء میں جو کچھ خدمات ہمارے کارخانہ کی انھوں نے انجام دیں نیز اون کے پاکیزہ صفات کو پسند کرنیکا ہم کو بھی ایک موقع ملا۔

اقتباس از خط تعزیتی موسومہ پی۔ایم ریڈی صاحب

بمکان ویل۔جاگواسٹراس۔۳۶۔برلن منجانب بنگٹن سکر سماشین جیس۔ایم۔بی۔ایچ

۸۔فروری ۱۹۲۹ء

ہم سب اون کو نہایت عزیز رکھتے تھے درحالیکہ وہ ہمارے ایک نہایت ستودہ کردار بہی خواہ دوست تھے۔حقیقت تو یہہ ہے کہ وہ ایک بہترین طرز کے نوجوان تھے اور دو سال قبل سی جبکہ اون سے برلن میں تعارف حاصل ہوا ہم کو ایسا شخص نہیں ملا تھا۔

(۹)

برسٹل انگلینڈ مضمون

حیدرآباد اور بیسویں صدی

از قلم پی۔جے۔ریڈی

مجلس اقوام کی جانب سی جو کمیشن بردہ فروشی کے متعلق رپورٹ پیش کرنیکی غرض سی مقرر کیا گیا تھا اوس نے اپنی رپورٹ تیار

کرلی ہے اور اس میں یہہ تبلایا گیا ہے کہ حیدرآباد اور دیگر دیسی ریاستوں
میں خانگی بردہ فروشی ہنوز موجود ہے ۔ بیشتر اہل ہند و اہالیان ممالک غیر
کو جو اس حقیقت سے بے خبر ہیں اس رپورٹ سے استعجاب ہوگا لیکن بیشتر
اہل حیدرآباد جو اس سے باخبر ہیں اون کو اپنے آپ پر شرم آئیگی اور
مجھے یقین ہے کہ وہ شرم جو ایک خفیف دروغ گوئی کے گرفتار شدہ کو
دامنگیر ہوتی ہے ۔ اور میں اہل حیدرآباد کے متعلق بالخصوص اس وجہ سے
کہہ رہا ہوں کہ میں خود حیدرآبادی ہوں ۔ پر در حق تو یہہ ہے کہ
خانگی بردہ فروشی نہ صرف موجود ہے بلکہ حیدرآباد کے ہر حصہ میں بالعموم
کثیر التعداد امرا اور اشخاص درجہ متوسط کے یہاں اوس کی نگہداشت
کی جاتی ہے ۔ خجالت اسبات پر ہے کہ ہم نے اوس کو موقوف نہ کرکے
اور اہل ہند یا اہالیان خارجہ کی ملامت سے اپنے کو نہ بچا کر اس قسم کے
جرایم کا انکشاف اہالیان خارجہ پر چھوڑ رکھا ہے ۔

اس مسئلہ کے ساتھ ساتھ میں بعض دیگر قباحتوں کا بھی تذکرہ کرونگا
جیسے کہ پردہ ۔ طفولیت کی شادی اور عورتوں کی تعلیم پر یا قلت تعلیم پر
ان کا اثر ۔ نیز چھوت چھات اور معاشرتی میل جول کی کمی جو کہ میرے
خیال میں بالکلیہ حیدرآباد یا کسی دوسرے مقام کی جہاں اوس کا وجود
ہو ایسی ترقی کے لئے جس سے اوس کے امکانی وسایل کا کامل ارتقاء

ہوسدراہ بنے ہوئے ہیں اورسب سے زیادہ اہم یہہ بات کہ ریاست کے تازہ حال بننے میں مخل ہیں - اور بیشمار نقایص بھی موجود ہیں جن کا ہم کو علم ہے اور جس کے انکشاف میں فائدہ ہوسکتا ہے جیسے کہ عہدداروں کی رشوت ستانی - پاسداری - رواجات میں ناانصافی - استثناوبھی وغیرہ وغیرہ لیکن میں ان چیزوں سے بحث نہیں کرونگا - نیز یہہ امر بھی یہاں پر میرے فرایض سے خارج ہے کہ میں کوئی چارہ بتلاؤں یا ان معاشرتی قباحتوں کی موقوفی کے لئے کوئی راہ کارروائی بیان کروں - میں صرف اتناہی بیان کرونگا جتنا مجھے علم ہے اور معہذا یہہ کہونگا کہ کسی شخص کے اپنی ریاست یا اپنے ملک سے محبت رکھنے کے یہہ معنی ہیں کہ اوس کو خوشحال دیکھنے اور ہر رُخ سے ترقی میں مش مش پانے کی خواہش رکھے - ایسی معاشرتی خرابیوں کی تائید - تحریف اور اوس سے تجاہل کرنے میں کوئی خیرخواہی اور حب الوطنی مضمر نہیں ہے جو ایسی آشکارا ہوں کہ اہل خارجہ اون کا انکشاف کریں اور اون کو ہمارے مخالف پروپگنڈا کرنے میں استعمال کریں -

حیدرآباد کی جو بردہ فروشی کے حالات کا آج اون حالات سے کوئی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا جو نہایت قدیم زمانہ میں تھے یا اون حالات سے جو امریکہ کی بردہ فروشی کے زمانہ میں تھے جن کا انکشاف کتاب

"انکل ٹامس کیابن" میں کیا گیا ہے لیکن بعض صورتوں میں اون کی لیت اوسی قسم کی ہے مجلس اقوام کی رپورٹ ناقل ہے کہ بعض صورتوں میں مالکان غلام کو اپنے غلاموں کی زیست و موت پر اقتدار رہتا ہے ۔

جو اخلاقی خرابی اور مخالف انسانیت صورت بردہ فروشی جیسی قبیح چیز کو زندہ رکھنے میں ہوتی ہے اوس کو ہمیں بلحاظ اصول الدین غور کرنا چاہیے باایں ہمہ اوس کی بیخ و بن ہماری زندگی میں آج ایسی عمیق جم گئی ہے کہ وہ بہ نسبت ضرورت کے وہ زیادہ تر رواج کی صورت اختیار کر چکی ہے اگر انسانی گوشت و پوست کی ملکیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو یہہ رواج محض طبقہ متوسطین اور امیروں کے گھرانوں میں پایا جاتا ہے۔ علاوہ موجودہ لونڈی غلام موروثی کے بعض اوقات غریب والدین جو کثیر الاولاد ہوتے ہیں بچوں کو بالخصوص لڑکیوں کو فروخت کر ڈالتے ہیں ہنگام قحط یا دیگر ازمنہ مصائب میں بھی اپنے بچوں کو ماں باپ بیچ ڈالتے ہیں اور اکثر ایسے اشخاص کے ہاتھ بیچتے ہیں جن کو خانگی ملازمین کی ضرورت ہوتی ہے یا جو اپنی لڑکیوں کی شادی کے موقع پر خواصیں دینا چاہتے ہیں

البتہ یہہ کہا جاسکتا کہ ان لونڈی غلاموں کے ساتھ ہمیشہ بدسلوکی ہوتی ہے یا ان کو بالکلیہ آزادی سے محروم رکھا جاتا ہے باوجودیکہ ان سب کی پرورش محض ذلیل خدمات کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔

اون کے ساتھ سلوک نیک یا شدید جو کہ عموماً اون کے مقدر میں ہوتا ہے
اوس کا انحصار اون کے آقاؤں کے وہم وخیال پر تھے۔ مجھے ایک لڑکی کا
واقعہ معلوم ہے جس کی پرورش بہ الطاف و نیز با محبت ہوئی تھی طفلکہ
مذکورہ جب اپنے معشوق کے ساتھ فرار ہو گئی تو مالکہ مکان کو اوس کا ایسا ہی
قلق ہوا جیسے کہ وہ اونھیں کی لڑکی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب وہ آدمی
فوت ہو گیا اور ایسا کوئی باقی نہ رہا جس کے پاس وہ واپس جائے تو
وہ اوسی خاندان میں واپس آگئی جہاں کی وہ سابقہ کنیز تھی اور اوس کو
بخوشی آنے دیا گیا۔

لیکن یہہ ایک استثنائی صورت ہے۔ بالعموم یہہ مصیبت زدہ گذشتہ
حال اور معاشرتی ذات خارج اشخاص جیسی زندگی بسر کرتے ہیں اون کا
پورا مال کوئی شخص نہیں بیان کر سکتا ہے جب تک کہ وہ خود اون میں کا
ایک نہ رہا ہو۔ اون کی زندگی خود اون کو اور دوسروں کو بار ہوتی ہے
اون کو استحفاظ کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے اون کو کوئی معاوضہ کار نہیں
دیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا بھی کام کیوں نہ انجام دیں بجز اس کے کہ اون کو
بالکل معمولی ضروریات زندگی دیدیے جاتے ہیں اور کبھی کبھی تحایف
جن کو اوسکی مالکہ اوس وقت دیتی ہے جب خوش رہتی ہے وہ لوگ
شادی بیاہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ لونڈی غلام کے ساتھ کوئی شادی

نہیں کرتا یا یہہ کہ مالک اس وجہ سے اجازت نہیں دیتا ہے کہ میری باندی
یا غلام مجھ سے چھوٹ جائینگے - لیکن یہہ صورت اون کے لئے بچہ کشی میں
مانع نہیں ہے اور اکثر اوقات مسلسل ولادت سی ایک بڑا کنبہ ہو جاتا ہے جو
کہ خود بخود اپنے متعلقہ مالکوں کا مال بن جاتا ہے - اس طرح پر لونڈی
غلاموں کے ایک عظیم لشکر کی اصل و بنیاد ہم کو ہر امیر اور متوسط اشخاص کے
گھروں میں نظر آجاتی ہے - یہہ لونڈی غلام جن حالات میں رہتے ہیں
وہ ہر شایستہ دماغ کے لئے سخت موجب کراہیت ہوتی ہے لیکن اچھے
تعلیم یافتہ اشخاص بھی اونھیں رکھتے ہیں اور اون کو ہرگز ناانصافی یا دوسرے
کی آزادی سلب کرنے کے جرم کا خیال نہیں پیدا ہوتا ہے حقیقت معاملہ
یہہ ہے کہ اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی ہے اور نہ اوس کا خیال
کیا ہے یہہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ یہہ رواج چونکہ چلا آرہا ہے لہذا اس میں
تبدیلی ناممکن ہے -

لونڈی غلام والے گھروں میں جو شخص رہا ہوا ہے اوس کے پاس سے
لونڈی غلام رکھنے کے لئے کوئی حجت پیش ہو سکتی ہے نہ تو کفایت کار کی
بناء پر اور نہ مالک کی اقتصادی ضرورت کے وجود پر - بحیثیت خدمتگار
اون کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اون سے ادنی ہیں اس لئے کہ اولاً
تو اونھیں کوئی ہمت افزائی یا تشویق کار نہیں کی جاتی ہے - اون کو

معلوم ہے کہ کام کرنے سے اون کو کچھ فائدہ نہیں پہونچیگا دوسرے یہہ کہ ہرخاندان میں ان کی تعداد کثیر ہوتی ہے اور ہرایک اُن میں سے کام سے جی چراتا ہے اور اوس کو کسی دوسرے کے کندھے پر ڈالنا چاہتا ہے۔ اس طرح پر خانگی لونڈی غلاموں کے ایک گروہ کو معہ اون کے عیال کے اگر کوئی عیال موجود ہیں رکھنے میں زیادہ تر اخراجات لاحق ہونگے بہ نسبت چند اچھے تربیت یافتہ خدمتگار رکھنے کے جن کو اچھی تنخواہ دیجاتی ہے اور جن کے حقوق۔ ذمہ داریاں اور اجرتیں معقول طریقہ پر تنظیم یافتہ اور نفاذ پذیر ہیں۔ علاوہ بریں مشترکہ خاندان والے گھرانوں میں جو کہ ہندوستان میں عموماً موجود ہیں یہہ پروردہ چھوکریاں اکثر نزاع و فساد کا باعث ہوتی ہیں بلکہ ایسے سخت جھگڑوں کا جن سے کہ تمام خاندان میں پھوٹ پڑجاتی ہے اور انجام کار عدالتوں میں اون کے تصفیہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس طرح پر بلحاظ افادہ خیزی بھی خانگی بردہ فروشی کا وجود قائم رکھنے کے لئے کوئی عذر مطلق مش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حیدرآباد میں اور ایسی معاشرتی خرابیاں موجود ہیں جو کہ تمام ہندوستان میں مشترک ہیں۔ مثلاً ہر نوع خیال کے ہندوستانی تمام ہندوستان بھر میں اوس قانون سازی کے

مخالف ہیں جو اہل ایشیاء کے خلاف جنوبی افریقہ میں کیجا رہی ہے اور یہہ
مخالفت حق ہے ـ لیکن اگر ہم اوس مسودہ قانون کو بغور جانچیں تو ہم کو یہہ
معلوم ہو جاتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں اہل ہند کا حشر پنچم یا ہمارے ملک کے
اچھوتوں سے کچھ کم بدتر نہ ہوگا اور ہر شخص اس امر کا کوشاں ہے کہ
آفریقہ میں ہمارے اہل ملک کی حالت بہتر ہو جائے مگر ایسے اشخاص
صرف مٹھی بھر ہیں جو اچھوت بننے کی شرم ہم میں سے مٹانے کے متعلق
کوئی سنجیدہ توجہ منعطف کرتے ہوں ـ

ہر گاؤں کے سرحدی کنارہ پر ایک مختصر سا جھنڈ پھوس کی جھونپڑیوں کا
ہوتا ہے جو کہ پنچم لوگوں کی نو آبادی ہوتی ہے ہم لوگ یہہ جانتے ہیں
کہ ان کا کنواں علیحدہ ہوتا ہے اور بعض اوقات چھوٹی سی دوکان بھی
الگ ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہہ ہے کہ ان لوگوں کو گاؤں کے کنووں
سے پانی نکالنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اگر کوئی ہندو شریف مرد
کسی ذات کا پنچم ذات والے کو چھو لیوے تو وہ غسل کرتا ہے اور اپنے
کپڑے بدل ڈالتا ہی لیکن اگر وہی شخص غلیظ ترین کتوں کی پیٹھ پر ہاتھ
پھرائے تو غالباً ہاتھ کو صاف بھی نہ کریگا ـ یہہ کہنا خلاف انصاف
نہ ہوگا کہ وہ اوس آدمی کو کتے سے بدتر خیال کرتا ہے مگر اس کی وجہ
یہہ ہے کہ وہ قدیم الایام کے قایم شدہ رواج کا غلام بنا ہوا ہی جس سے

وہ ان باتوں پر عامل ہے اور اوس سے نہ علیحدہ ہونا چاہتا ہے اور نہ اوس کی جرأت رکھتا ہے۔

حیدرآباد میں ہر گاؤں کے اندر مکھیا یا زمیندار چار چار یا پانچ پانچ نفر بیچوں کی ٹکڑی بناتے ہیں اور اوس سے مقصود یہہ رہتا ہے کہ اقلاً ایک جماعت مکھیا کا حکم بجالانے کے لئے اور جملہ دوڑ دھوپ کے اور ضروری کام انجام دینے کے لئے وقت پر تیار رہا کرے۔ ان کو انکار کا کوئی حق نہیں رہتا ہے اور بلا اجرت کام انجام دینا پڑتا ہے ہر گروہ کو باری باری سے ایک وقفہ کے بعد نوکری کرنی پڑتی ہے۔ چند سال گزرے کہ اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے ایک فرمان اجرا فرمایا تھا جس کے رو سے اس طریقہ کو جو بیگار کے نام سے موسوم ہے ناجایز قرار دیا گیا تھا لیکن اوس حکم کا عملاً کوئی اثر نہیں ہوا اور سابقہ حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

عیسائی مبلغین ان میں سے بیشتر اچھوتوں کو اپنے مذہب پر لے آتے ہیں مدرسہ میں تعلیم دلاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ اون کی معاشرتی حالت بہت کچھ بہتر ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چلے جاسکتے ہیں اور جس کو دل چاہے چھوسکتے ہیں بغیر اس کے کہ اون کے خلاف کوئی اعتراض اوٹھایا جائے اور یہہ لوگ بہ آزادی اونھیں لوگوں کے

مل سکتے ہیں جو پہلے اون سے بدتر از جانور سلوک کرتے تھے - بعد میں عیسائی
مبلغین ان لوگوں کا جو سیاسی استعمال کرتے ہیں وہ بجائے خود ایک مسئلہ
ہے اور اوس کی نسبت میں بحث نہ کروں گا - میں صرف یہہ دیکھنا چاہتا
ہوں کہ اچھوت بننے کا نظریہ جیسا کہ ہم میں سے بیشتر لوگوں کو معلوم ہے بجز
اس کے کہ ایک عظیم ترین فریب ہو اور کچھ نہیں ہے -
فی الحقیقت ایک نمایاں ترین معاشرتی برائی حیدر آباد میں پردہ
ہے - کثیر التعداد لوگ برملا پردہ کی برائی بیان کیا کرتے ہیں اور بہت ہی
کم ایسے ہیں جو اوس کی تائید کرنے کی جرأت کرتے ہوں اون کو یقیناً
خوف اس بات کا ہوگا کہ کوئی شخص ان کو قدیم الخیال شخص نہ کہدیوے -
با ایں ہمہ یہی لوگ اپنے خانگی اوقات زندگی میں یہہ بات باصرار کہتے ہیں
کہ اون کی عورتوں میں ایسا طریقہ رائج ہے جو اون کی صحت کے لئے مضر
ہے اور ان کی ترقی کا ہر طرح منافی ہے اور ہمارے لیئے نشانہ خجالت ہے -
حیدر آباد میں اس طریقہ کی موقوفی کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جا رہی ہے
جو کہ بالخصوص امیروں اور متوسطین کے خاندانوں میں نہایت سختی کیساتھ
برتا جاتا ہے - لوگوں کو اس کا اس قدر پاس و خیال ہے کہ شہر میں بہت کم
ایسے سکونتی مکانات ہونگے جن کی بلندی ایک درجے سے زاید ہو خوف
یہہ لگا رہتا ہے کہ دو منزلہ مکان والے لوگ اطراف کے کوچک تر مکانات کے

زنانہ کو دیکھینگے ۔نتیجہ اس کا یہہ ہوتا ہے کہ جو لوگ یک منزلہ مکاں میں
رہتے ہیں وہ متصلہ مکان دو منزلہ کے متعلق اعتراض کرنے پر اوس کی منزل
ثانی کا دریچہ ہمیشہ کے لیئے قانوناً بند کرا سکتے ہیں ۔تھوڑا عرصہ گذرا کہ جب
بہ اغراض فوجی حیدرآباد میں ہوائی جہاز لایا گیا تھا تو یہہ افواہ اڑی
تھی کہ لوگوں کو اس پر اعتراض ہے اور اوس کی وجہ یہہ ہے کہ جو لوگ
اوس میں بیٹھینگے اون کو زنانہ کا مدِ نظر ہوگا ۔سمجھدار لوگ یہہ خیال کرینگے
کہ میں مذاق کر رہا ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ ہوائی جہازوں کے متعلق
میں نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک یہ بات صحیح ہے البتہ حیدرآباد کے بیشتر
اشخاص بلا لحاظ مذہب اپنے معاشرتی توقعات کے لحاظ سے رجعت پسند
ہو جانے کے سخت عادی ہیں ۔ بایں ہمہ وہ اوسی طرح پر تناقص پذیر
ہیں جس طرح پر کہ اچھوت کے عقیدہ رکھنے والے کیونکہ یہی لوگ جو حیدرآباد
میں سخت پردہ کرتے ہیں جب بمبئی ۔کلکتہ اور مدراس جاتے ہیں تو مطلق
اوس کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور اون شہروں میں علانیہ سڑکوں پر
چلتے پھرتے ہیں ۔

اس کمبخت پردہ کے طریقہ سے جو نقصانات عاید ہوئے ہیں
اون کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ البتہ بحیثیت مجموعی یہہ کہا جا سکتا
ہے کہ عورتوں کی تعلیم عملاً مفقود ہے بجز اوس جزئی تعلیم کے کسی چیز کا

جزو یا فقدان مختص بات ہے) کے جو بچپن میں حاصل کر لی جاتی ہے۔
آج بیسویں صدی میں جبکہ تمام دنیا کے ملکوں کی عورتیں ترقی کر رہی ہیں اور اپنے ملکوں کے تمدن میں آرائش کر رہی ہیں ہمارے یہاں عورتوں کے خاص صفات یہی رہ گئے ہیں کہ جسمانی حسن ہو اور علم سے بے بہرگی اور کھانا پکانے کی قابلیت رہے تاکہ شوہر خوش رہ سکے۔
تمام شہر حیدرآباد میں صرف ایک مدرسۂ نسوان ہے جو کسی وقعت کے قابل ہے اور اوس میں بھی پردہ ہوتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہہ ہوتا ہے کہ صرف امیر لوگ جن کے پاس لازمی سواریاں ہیں وہاں اپنی لڑکیوں کو بھیج سکتے ہیں۔ اکثر یہی خاندان اس درجہ روشِ قدیم پر عود کر جاتے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو مطلقاً تعلیم نہیں دلانا چاہتے۔ مزید براں وہ یہہ سُن نہیں سکتے کہ اون کی لڑکیاں مفلس تر طبقہ کے لڑکیوں سے مل جل سکیں۔
امیروں اور اہلیان طبقۂ متوسط کا تناسب تمام آبادی میں نہایت مختصر ہے لیکن اون کا اثر اس قدر ہے کہ غریب تر اشخاص کی لڑکیوں کو تحصیل علم میں نہ تو سہولت ملتی ہے اور نہ ہمت افزائی۔
علاوہ ان مخلوجی اثرات کے جو پردہ نے ہماری عورتوں کے ذکاوتی ارتقاء پر طاری کر رکھا ہے اوس کا اضافی اثر صحت کی خرابی میں بھی

ہے جس پر کہ اون بیشتر امراض دماغی کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے جو
ہندوستان کی عورتوں میں طبعی خیال کئے جاتے ہیں اور اس امر کی
ذمہ داری تو یقیناً ہے کہ ہر نسل کی صحت جسمانی یکے بعد دیگرے خراب تر
ہوتی جارہی ہے ۔ یہہ معاملہ قوت فکر پر ترک کردیا گیا ہے کہ جو عورتیں
پردہ کئے قید میں رہتی ہیں اون میں سے کتنی ایسی ہیں جو تمثیلاً ایک
ربع میل کا فاصلہ بغیر تھکے ہوئے چل سکتی ہیں ۔ بلا کھٹکے کے یہہ کہا جاسکتا
ہے کہ ایسی خواتین بہت قلیل ہیں ۔ یہہ ایک نہایت خراب بات ہے کہ
اثنائے زچگی میں جو مائیں ہلاک ہوجاتی ہیں یا جو بچے اندرون سال
اول تلف ہوجاتے ہیں اون کی کثیر شرح پر ۔ جو اثر پردہ کا پڑتا ہے
اوس کا مطالعہ نہیں کیا گیا ہے ۔

ہمارے یہاں اور بہت سی معاشرتی برائیاں حیدرآباد میں موجود
ہیں جن پر یہاں غور کیا جاسکتا ہے ہم سب کو وہ بیشتر خرابیاں معلوم
ہیں ۔ ان میں سے مختص وہ ہے جس کو طفولیت کی شادی اور ورجہ بیوگان
سے موسوم کرتے ہیں ۔ پردہ اور طفولیت کی شادی خرابی کی توأم
نہیں رکھی جاسکتی ہیں اور جو کچھ ایک کی نسبت کہا جاسکتا ہے وہی
بہ اثر مماثل دوسری کی نسبت کہا جاسکتا ہے ۔ حیدرآباد نے ان کے
انسداد کی کوئی کارروائی نہیں کی ہے اور وہی لوگ جن کے نسبت میں

کہہ چکا ہوں کہ اس کی مخالفت رکھتے ہیں اپنے خاندانوں میں ان کو برملا
باقی رکھتے ہیں۔ ان دونوں رواجوں پر ہمارے جسمانی اور سیاسی ابتذال
کا دارومدار ہے اور تاوقتیکہ یہہ بالکلیہ موقوف نہ ہوں کسی ترقی کا امکان
نہیں ہے۔ کوئی رواج یا طریقہ اخلاقیات جو ان امور کا طالب ہو ہرگز
قابل وقعت یا قابل نگہداشت نہیں ہے اور سب سے زیادہ ناقابل
وقعت اور ناقابل نگہداشت ہم لوگوں کے لئے ہے جو نوجوان ہیں حیدرآباد
جو کہ معاشرتی حیثیت سے نہایت پس رفتہ ریاستوں میں ہے ان امور
کے احتراز کی نسبت ضروری کارروائی کر کے تمام ملک کے لئے تمثیل قائم
کر سکتا تھا۔ وہ ایسا کر سکتا تھا اور اس کو ایسا کرنا چاہیئے تھا۔

مجھے یہہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ اوس مضمون نے عوام میں بالخصوص حیدرآباد کے اندر تحریک پیدا کر دی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ مضمون ایک خاص عدالت میں داسیوں اور باندیوں کے رواج کی برائیوں کے متعلق جو ہم لوگوں میں قایم ہے بطور شہادت پیش کیا گیا تھا ۔ مجھے مستند طریقہ پر معلوم ہوا ہے کہ عنقریب مقامی مجلس وضع قوانین میں ایک مسودہ قانون پیش ہونیوالا ہے تاکہ حیدرآباد سے داسیوں اور باندیوں کے رواج کا استیصال ہو جائے ۔

شرح دستخط

ایم ۔ بی ۔ سبا راؤ

حیدرآباد اور بیسویں صدی

ازقلم پی۔ کیے۔ ریڈی۔ بی اے وڈ سے پلی

فٹ نوٹس

واقعات و صداقت میں بیحد مبالغہ اور قلت ہے۔

قدیم الایام کا رواج دفعتاً اوٹھ نہیں سکتا۔ اس کے لئے لوگوں کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔

حیدرآباد شادی طفولیت اور اچھوت بننے کے معاملہ میں ہزار درجہ بہتر ہے۔

عرصہ ہوا یہہ رواج موقوف ہو گیا۔

ان جرائم کا علم اہلیان ممالک غیر کو معلوم ہونے سے بہت پہلے ہو چکا ہے۔

انسداد ستی میں سب سے زیادہ کوشش کس شخص نے کی۔

رام موہن رائے نے اس کو موقوف کیا۔ اس کی مسدودی کا پورا سہرا لارڈ ولیم بنٹنگ کے سر پر ہے۔

آپ کی نام نہاد خانگی بردہ فروشی کوئی چیز نہیں ہے۔

خانگی خدمتگاری اور کتاب انکل ٹام کی کہانی ہمارے حیدرآباد کی نام نہاد خانگی بردہ فروشی کے حالات کے مقابلہ میں محض ایک فسانہ ہے۔

جہاں تک حیدرآباد کا تعلق ہے قطعاً غلط ہے۔

صحیح نہیں ہے۔

مبنی بر واقعات نہیں ہے۔

نیک سلوک کیا جاتا ہے۔ اچھا لباس دیا جاتا ہے اور ان پر غیر معمولی توجہ کی جاتی ہے۔

اس سے خود واضح ہے کہ آیا خانگی لونڈی غلاموں کو آنے جانے کی اجازت ہے یا نہیں۔ خود لفظ لونڈی غلام کا استعمال غلط کیا گیا ہے۔

ان سب کو اچھی طرح سے غذا دیجاتی ہے اور اون کے ساتھ معقول برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اون کا درجہ بمقابلہ اون نام آزاد اور خود مختار لوگوں کے قابل رشک ہوتا ہی جو شکم سیر ہو کر غذا نہیں حاصل کر سکتے اور جو ہمیشہ مبتلائے تکلیف رہتے ہیں

فی زمانہ خانگی لونڈی غلاموں کی اولاد کی شادی کر دیجاتی ہے اگر ضرورت ہو تو بکثرت ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ کسی ایک صورت کو قایم کر لیا جائے قطعاً غلط

معاشرتی مصلحین اس سے باخبر ہیں۔

ان لوگوں کو کافی غلہ اور کچھ روپیہ مختلف باتوں کے لیے دیا جاتا ہے۔

یہہ لوگ سخت محنت نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی بسر برد کے لیے کافی غلہ حاصل کرتے ہیں۔

اس سے آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ پروردہ چھوکریاں اپنی مالکہ پر کیا اقتدار

رکھتی ہیں اور دیگر افراد خاندان کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنیکی کیونکہ ہمت دلاتی ہیں
یقیناً یہہ محل ازادی ہونیکی علامت نہیں ہے ؟

کیا ایسا ہے ۔

قدیم الایام کے رواجات اور معاشرتی خرابیاں ایک دن میں مفقود نہیں ہو سکتے ۔ اس کے لئے وقت کی ضرورت ہے اون کی اصلاح حالت کی نسبت کچھ کارروائی کیجارہی ہے ۔

اون کے پاس معافی کی زمینات رہتی ہیں اور کاشتکار کے یہاں سے کچھ غلہ حاصل کرنیکا اون کو استحقاق رہتا ہے ۔

اتنے قدامت پسند نہیں جتنا کہ آپ اونھیں خیال کرتے ہیں مگر تعلیم کی کمی کے باعث یہہ برائیاں ہنوز موجود ہیں ۔

اس کا کیا سبب ہوگا ۔ اس سے واضح ہے کہ ہم پردہ کو برا طریقہ خیال کرتے ہیں مگر معاشرتی رواج اور عادات کی وجہ سے اور لوگوں کی نگاہ کے باعث مجبور ہیں ۔

آپ یہہ تسلیم کرتے ہیں کہ مردوں کو تعلیم دیجاتی ہے اور عورتوں کی تعلیم سے غفلت کی جاتی ہے ۔ آپ کا خیال فرضی ہے ۔

کیا مغربی عورتوں کی نسبت یہہ کہنا کوئی چیز نہیں ہر کہ وہ بچوں کی نگرانی کیلئے بھی اپنے شوہروں سے اس بنا پر فرمایش کرتی ہیں کہ ہم اپنا وقت معاملات

خلایق پر صرف کرنا چاہتے ہیں -

ممالک محروسہ سرکار عالی میں کسقدر مدارس فوقانیہ لڑکوں کے لئے ہیں؟

کیا آپ کو اٗمین اور ہیروگیٹ کے مدارس کی نسبت کچھ خبر ہے

غریب لڑکیوں کی تعلیم سے امیر لوگوں کے اثرات کو کیا تعلق ہے ؟

جبکہ امیر لوگ اپنی لڑکیوں کی تعلیم سے بے فکر ہیں تو غریب لڑکیوں کی تعلیم کی کیا پرواہ -

کسی حدتک یہہ امر صحیح ہوسکتا ہے مگر بالکلیہ صحیح نہیں ہے اون کو دستی محنت کرنیکا کوئی موقع نہ ملتا ہو بمعقول طبی امداد نہیں دیجاتی ہے اور اس اعتبار سے امیر و غریب یکساں تکلیف میں ہیں اور ایک اعتبار سے غریب زیادہ تر تکلیف میں ہوتے ہیں -

---

چارلاٹن برگ

بخدمت مدیر صاحب اخبار "فارورڈ" (کلکتہ)

جناب والا ! حال میں یہہ خبر ہندوستانی جراید میں شایع ہوئی ہی کہ آنریبل سیٹھ گوبند داس صاحب سی کپتان بارس نامی ایک صاحب نے اس بنا پر تحریری معافی مانگی ہی کہ سیٹھ صاحب کو اونھوں نے اوسوقت مارا اور انکی توہین کیا

جبکہ سیٹھ مذکور انھیں ایک غریب بنڈی رام کو زدوکوب کرنیسے روک رہے تھے۔ سیٹھ صاحب نے جب عدالت میں کپتان صاحب پر ایک لاکھ روپیہ ہرجانہ کے مطالبہ کا مقدمہ دایر کردیا تو یہہ معافی نامہ پیش کیا گیا۔

کپتان موصوف کے اس فعل کو بجائے اون خطرات کا قدرتی نتیجہ سمجھنے کے جو کہ قانونی مقدمہ سے ہوا کرتا ہے اور جس سے انکو مفلس تر ہوجانیکا خدشہ لگا ہوا تھا بیشتر اصحاب اونکی شجاع کاری سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ شجاع کاری اور شریف منشی کا سوال کیونکر پیدا ہوتا ہے جبکہ یہہ معافی خواہی محض اُس اقتصادی دباؤ کا نتیجہ تھی جو ان پر عاید کیا گیا تھا۔

مجھے کپتان موصوف سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں ہے لیکن میں بہ یقین کہہ سکتا ہوں کہ اولاً اگر متضررین میں سے ایک امیر اور معروف شخص نہ ہوتا یا محض بنڈی رام زیر غور شخص ہوتا تو صورت معاملہ کچھ اور ہوتی اور ثانیاً یہہ کہ انریبل گوبند داس صاحب انکے خلاف دعویٰ بھی نہ کرتے ہندوستان میں جو رویہ انگریزوں کا اور بالخصوص اہالیان فوج کا ہوتا ہے اُس کے علم کی بنا پر میں کسی نقص انصاف کے یہہ کہسکتا ہوں کہ زیادتی کنندہ شخص غالباً مضحکہ اڑاتا اور بنڈی رام یا انریبل گوبند داس صاحب سے معافی خواہی کا تصور اوسکے دل میں ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مگر کی نسبت پرواز کرنے کا خیال۔

یہہ مقدمہ اپنی نوعیت کا واحد نہیں ہے بلکہ ہندوستان میں ایسے وقوعے ریلوے کے کمروں سڑکوں اور دیگر مقامات پر اکثر ہوا کرتے ہیں۔ ہمکو اس قسم کی توہین یا کسی بدل کے

برداشت کرنے پر نہ صرف مجبور کیا جاتا ہے بلکہ یہہ توقعات عموماً اس قدر بڑھتے رہتے ہیں کہ لوگوں کی اکثریت نے انکو تسلیم کر لیا ہے۔

باوجود ان سب کے جب ایسا واقعہ ہو جاتا ہے اور انگریز کو یہہ خیال ہوتا ہے کہ دیسیوں پر جو ستم ارائی ہوئی ہے اسکی نسبت معافی مانگ کے "گورے آدمی کے وقار" میں تخفیف کرنی بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ اسکا انجام برداشت کیا جائے تو اہل ہند اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور انگریز کو بے تاج کا شاہ شجاع کاری و شریفانہ منشی اور نہ معلوم کیا کیا کہہ ڈالتے ہیں۔

ایسی طبیعت و خیال سے ہمارا گامزن ہونا کو بختی ہے۔ اور میرے خیال سے ہمارے ملک کے اسباب تنزل کا ایک بڑا سبب یہی ہیں اس قسم کے فقرات و کلمات جیسے کہ "برطانوی عدالت" "برطانوی صاف معاملگی" اور "غیر برطانویانہ" و نیز دیگر کلمات ہم قبیل ایسے لوگوں کی جانب منسوب ہوتے دیکھا کرتا ہوں جو انتہا پسند قوم پرست ہوتے ہیں۔ یہہ کہنا تو مشکل ہے کہ اسکا سبب خواہ وہ پستی مرکب ہے جو ہمارے دلوں میں ابتداء عہد سلطنت برطانیہ سے مدارس کے اندر کوٹ کوٹ کے بھری جا رہی ہے یا اس احترام کے باعث ہے جو ہمارے قلوب میں اپنے فرمانرواؤں کی نسبت یا ترتیب سیاسی اور طباعتی پروپیگنڈا کا شکار رہتے سے یا ہر دو کی وجہہ سے پیدا ہوتا ہے لیکن نتیجہ میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

۱۹۱۹ء میں جو سنگدلانہ خونریزی امرتسر میں ہوئی تھی اسکے معاملہ میں بھی بعض بر آوردہ ترین لیڈروں کے الفاظ شکایات ان الفاظ میں تھی کہ جنرل ڈایر کا یہہ فعل "غیر برطانویانہ" تھا۔ بجائے "غیر برطانویانہ" ہونیکے فعل مذکور برطانوی ظلم و جور کا مثالی نمونہ تھا اور اسکے ماسوا برطانوی

شہنشاہیت کی سالم تاریخ میں واقعات ابتدا سے بھرے ہوئے ہیں۔ برطانوی معدلت گستری کے قصے محض خیالی کہانیوں میں جیسا کہ ہندوستانی تاریخ میں پایا جاتا ہے نیز جیسا کہ برطانوی جمہوریت کا مضمون اُسکی تعبیر بنگال آرڈیننس اور اسی قبیل کی دیگر برطانوی سوغاتوں سے کرتے ہیں جو کہ ہندوستان کو عطا ہوتی ہیں۔

میں اپنے دل میں ہندوستانی اخبارات کی فی الجملہ نہایت وقعت رکھتا ہوں جو کہ میرے خیال سے اُن دقتوں کے مدنظر جو ان کو درپیش ہیں دنیا کے بہترین اخبارات میں شمار کئے جا سکتے ہیں جو یعنی یہہ کہ ہماری صنعت و حرفت میں کمی ہے جس سے بذریعہ اشتہارات اخبارات کو مدد مل سکے اور عوامی امداد بھی ایسی نہیں ہوتی ہے جیسا کہ تمام اہم ممالک یورپ میں دیجاتی ہے لیکن ہمارے اخبارات کو وہ صورت کسی قدر زیادتی کیساتھ اختیار کرنی چاہیے جسکو اہل امریکہ بوسٹنگ کہتے ہیں اور جسکی ضرورت محض اس سبب سے داعی ہے کہ خود منسوبہ برطانوی حملہ سازی کے اخلاق زیر اثرات کا استیصال ہو جائے۔

نیز اگر مجھے جناب اجازت دیں تو میں یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی اخبارات کو اپنی خبروں کے اُن عنوانات استعمال کرنے میں زیادہ تر احتیاط کرنی چاہیے جو خارجہ اخباری ایجنسیوں سے اُنکو دئے جاتے ہیں۔ حال میں ایک ایسا عنوان میری نظر سے ایک قومی اخبار کے اندر گزرا "چینی باغی بڑھ رہے ہیں" جس کا مطلب یہہ ہے کہ اہالیان کیانٹن جا شمال بڑھ رہے ہیں میں اسکے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک ہندوستانی اخبار کس طرح فتحمندوں کو باغی قرار دیتا ہے۔

اسکے بالکل برعکس تقابل میں ایک بیہودہ مضمون بعنوان "برطانوی اور ہندوستان" ۱۹۔ فروری کے اخبار سنڈے ٹائمس میں شائع ہوتا ہے۔ ہندوستان میں برطانوی حیثیت کے اختصاص کی

توضیح کرتا ہوا اپنے افتتاحیہ میں ناقل ہی کہ :- منجملہ اون اختصاصات کے ایک خصوصیت یہہ ہے کہ بمقابلہ اُن لوگوں کے جو ہندوستان میں رہتے ہیں اس ملک کے متعلق مجموعی طور سے کچھ کہنے اور کرنیکا بہتر استحقاق ہمکو حاصل ہی تقریباً ۳ ربع باشندگان ہند اپنی گذراوقات بذریعہ زراعت کرتے ہیں دس کروڑ سے زاید اشخاص ایسے مواضعات میں رہتے ہیں جنکی آبادی ۵۰۰ سے کم ہی ...... تقریباً ۱۹/۲۰ حصہ آبادی ناخواندہ ہے" (یہہ الفاظ میرے ہیں) - اس بے زبان محنت کش جم غفیر کے خیالات بیان کرنیوالا اور انکے اغراض کا تحفظ کرنیوالا کون ہی اہل برطانیہ و محض اہل برطانیہ ......

میرے خیال میں کسی توضیح کرنیکی ضرورت نہیں ہی لیکن برطانوی اخبارات کو اگر ایسے واہی نہیں تو مسخر خیز اور عبث امور بیان کرنیکی جرأت ہوا کرتی ہی اور ہو سکتی ہی اور ساتھ ہی ساتھ اُن باتوں کے بنیادی وجوہ جو بطور عذر حملہ استعمال کئے جاتے ہیں تیز اُس کروڑہا فاقہ کش مخلوق کو جو برطانوی شہنشاہیت کی کارآزمائیوں کا نتیجہ ہیں فراموش کر جائیں کوئی زحمت نہیں ہوتی ہی ہر سمجھدار شخص یہہ جانتا ہی کہ زیادہ از ایک صدی کی تعجب خیز اور متمدن حکمرانی کے بعد کیوں ۱۹/۲۰ حصہ آبادی ناخواندہ ہی لیکن یہہ امر بھی غیر محتاط راتھر میر پاکسی اور برطانوی جنگجو (یعنی متعصب طرفدار برطانوی پالسی خارجہ) اخبار کو اس سے باز نہیں رکھتا ہی کہ وہ اُس حقیقت کو استعمال نہ کرکے انگریزی بنک کے منشیوں اور خادمات دوکانات کو اسکا یقین دلائے کہ ہندوستان میں لطف گستر اور ایثار پرور اہل برطانیہ کے مقیم رہنے اور باشندگان وطن کی تعلیم کا انتظام ہاتھ میں رکھنے کی سخت ضرورت ہی فقط آپکا وفا کیش

آر - پی جنارد ھن چارلاٹن برگ ۲۰ نسبیکسر ۹/۸

سیاسیات

۲۳-۱۱-۲۲ | جب میں کالج کو جارہا تھا ایک خوش پوشاک آدمی میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آیا میں یونیورسٹی کا طالب العلم ہوں میں نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد اس نے مجھ سے ۱۹۲۳ء کا ایک کیلنڈر دیا جس کی لکھائی اور چھپائی بہت دیدہ زیب تھی مجھے اس غیر مترقبہ تحفہ کے ملنے کیوجہ سے بیحد تعجب ہوا لیکن میں نے بعد میں دیکھا کہ کیلنڈر پر ہر جگہ لکھا ہوا تھا کہ ڈکیسن کو ووٹ دیجئے میں ابھی کیلنڈر کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کس کے نام ووٹ دینے والے ہیں میں وقت کے تنگ ہونے سے بیچین تھا اس سے میں نے فوری جواب دیدیا کہ میری نظر سوائے انتخاب گیسن کے کسی پر نہیں پڑسکتی یہ سن کر اس نے میرا پیچھا چھوڑا اور مجھے اطمینان نصیب ہوا اگر میں یہ نہ کہتا کہ میں گیسن کو ووٹ دینے والا ہوں تو وہ گیسن کے متعلق مجھے ایک باضابطہ لکچر سناتا۔ یہاں انتخاب کا یہ طریقہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ امیدوار رائے عامہ کی مخالفت کے باوجود اپنے آپ کو منتخب کرا لیتے ہیں اور اس خود ساختہ حیثیت کو پیدا کرنے کے بعد قوم کے نمایندے کہلاتے ہیں میرے نزدیک یہ طرز عمل ناجائز ہے۔

۲۲-۱۱-۲۲ | اگر کوئی شخص انگریزوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہے

تو وہ انتخابات کے دوران میں انگلستان کی ذہنیت کا مطالعہ کرے انگریز نہایت ہی مکار ہوتے ہیں اور اون کی خود پسندی کا تو یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ملک کو دنیا کا بہترین اور اول درجہ کا ملک سمجھتے ہیں میرے لئے سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث اون کی آپس کی تکرار اور باہمی مواخذہ کی حیرت ناک حالت تھی جس کی وجہ سے بہت سی پوشیدہ اور مخفی باتیں منظر عام پر آگئیں۔

۲۳۔۱۰۔۳ میں آپ سے اس بارہ میں متفق نہیں ہوں کہ انگلستان ہمیشہ کیلئے ہندوستان پر حکمرانی کرتا رہیگا یہ سچ ہے کہ ہندوستانکی سینکڑوں گروہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں لیکن اون کے اندرونی اختلافات کی بنا پر اون کو آزادی کی نعمت سے محروم نہیں کیا جاسکتا بہر حال اس معاملہ میں رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے پیارے چچا میں کبھی اپنے اس دعوے کے خلاف عمل نہیں کروں گا کہ سیاسیات میں سرگرمی کے ساتھ حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص سیاسی معاملات میں سرگرمی بھی دکھائے تو کم از کم ہم تو اوس کی پیروی کرنے سے قاصر ہیں لیکن یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ آخر ہمارے حقوق کیا ہیں؟ اور دنیا کی نظروں میں ہماری وقعت اور ہمارا درجہ کیا ہے؟ درحقیقت ہمکو اوسی نظر سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے کہ ایک مالک اپنے کتے کو بحیثیت اپنے ملک ہونے کے دیکھتا ہے

موخر الذکر صورت میں تو مالک اور کتے کے درمیان ایک قسم کا رشتہ محبّت پایا جاتا ہے مگر ہمارے اور ہمارے خود ساختہ مالکوں کے درمیان یہ خفیف سا رشتہ محبت بھی نہیں پایا جاتا۔ گو انگریز اس بارہ میں اپنی حیات کا عام طور پر مظاہرہ نہیں کرتے لیکن مختلف طریقوں سے ان کے تسلی تعصب کا پتہ چلتا ہے ہر جگہ اور ہر مقام پر کسی نہ کسی طریقہ سے رنگ کے امتیازات کی بناء پر محکوم رعایا کے ساتھ رکھ بظاہر نہیں لیکن در پردہ حقارت آمیز برتاؤ کیا جاتا ہے لیکن ایک ایسا شخص جو نازک حیات کا سرمایہ دار ہو اوس کو فوراً تاڑ جاتا ہے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ہم انسے بعض وحشیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یقیناً پست اور بے مایہ ہیں لیکن صرف اسی بناء پر ہمارے ساتھ اس قسم کا برتاؤ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سطح ارض پر ہمارا عدم اور وجود یکساں ہے یقیناً ناجائز ہے۔ یہاں اس جملہ کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے "کہ فلاں شخص ہندوستان گیا اور لکھپتی بن کر واپس آیا کیونکہ ہندوستان مرفہ الحال ہونے کی بجائے مفلس بنا دیا گیا ہے گو موجودہ صورت حال اس سے مختلف ہے۔ مذکورۃ الصدر خیالات کی بناء پر یہ نہ سمجھئے کہ میں انگریزوں سے بیر رکھتا ہوں یہ سیدھے سادے واقعات ہیں جن کا میں نے عینی مشاہدہ کیا ہے۔

۲۳-۴-۲۴ | گو میں سیاسیات میں عملی دلچسپی نہیں لیتا ہوں لیکن پھر بھی میں ان

خود ساختہ انگریز سیاسیین کے افعال کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔
جسقدر ان لوگوں سے زیادہ میل جول بڑھتا ہے اسی قدر طبیعت میں مایوسی
اور افسوس کے ساتھ اپنی پوزیشن کا صحیح علم ہو جاتا ہے

۹-۳-۴۲ | آپنے لکھا ہے کہ حزب العمال کی حکومت کے برسر اقتدار
آنے کیوجہ سے ہمکو حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائیگی
لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ ہمکو حزب العمال کے ہاتوں حکومت خود اختیاری
نہیں مل سکتی۔ انگلستان کی کسی حکومت کو یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ سونے کی
ایک بیش بہا کان سے دست بردار ہو جائے۔ ان کے نزدیک ہندوستان
ایک سونے کے کان سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہے۔ اشتراکی نظریات
کی مدد سے حزب العمال ہمکو اور زیادہ بے بس اور لاچار کر دے گی۔ عزیزمن
میں حکومت خود اختیاری کا فوری مطالبہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرے مطالبہ کا
محور و مرکز انسانیت پرور طرز عمل ہے۔ غالباً آپ میرے اس بیان پر
اعتبار نہیں کریں گے کہ میں سیاسیات حاضرہ پر اوسی قدر توجہ صرف کرتا
ہوں جو روزانہ اخبار کے پڑھنے کیلئے کفایت کر سکے۔ احرار (لبرلز) کے
اخبارات کے مطالعہ سے بھی مجھے کوفت ہوتی ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں
کہ ہم لوگوں کے ساتھ نہایت ہی غیر منصفانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے [یادداشت
کے مولف کے قلم سے کانگریس کی مساعی سے کہیں زیادہ اسم قسم کا برتاؤ

اور اوس کے اثرات انگریزی حکومت کے حق میں زیادہ مضر ثابت ہوی ہیں] ایک شخص نے اخبار میں لکھا تھا کہ حزب العمال کی حکومت بہترین مستقلی حکومت (کنزرویٹیو گورنمنٹ) ہے مجھے اس حکومت کے عہدہ پر فائز ہونے سے قبل یہ خواب و خیال بھی نہ تھا کہ اون کا طرز عمل اس قسم کا ہوگا۔ یہاں کے لوگ غیر ملکیوں کو کبھی خوش آمدید نہیں کہتے اور کسی اجنبی آدمی کو جو اون کے ساتھ رہتا ہو کبھی پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اون کے غلام ہیں اور ہماری وقعت مال و اسباب سے زیادہ نہیں۔ اون کا خیال ہے کہ وہ ہمارے ساتھ جس طرح چاہیں برتاو کر سکتے ہیں ہم لوگوں کے ساتھ اون کا برتاو سخت نفرت انگیز اور ہتک آمیز ہے حتیٰ کہ یونیورسٹیوں (جامعات) میں بھی (صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ ہم اون سے کوئی نسلی رشتہ نہیں رکھتے اور ہماری وقعت دنیا کی نظروں میں مسلم نہیں ہے ہمکو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اگر آپ رہگزر پر کسی غریب ترین ہم سبق سے دوچار ہو جائیں تو وہ بھی باوجود اپنی خستہ حالی کے اسی نسلی غرور کی بناء پر نہ آپ سے گفتگو کرے گا نہ صاحب سلامت لیکن میں اون کی سمجھ تک تو ضرور تعریف کروں گا کہ وہ اپنی حیات کو سنجیدگی اور متانت کے ساتھ چھپاتے ہیں اور اپنی خود غرضی کو ظاہر ہونے

نہیں دیتے وہ اپنے آپ کو زندہ دل سمجھتے ہیں لیکن اون کی زندہ دلی
صرف اونہیں کے دائرہ کے اندر محدود ہے۔ جب کبھی کوئی طالب علم
ساٹھ فی صدی فٹ بال یا ہاکی کے کھیلوں میں شرکت کرتا ہے تو اسکو
یونیورسٹی کے طرف سے ایک امتیازی نشان دیا جاتا ہے۔ اسٹریلیا
کے ایک لڑکے نے ہم سے کہا کہ ہاکی کلب کی کمیٹی میں جب ہندوستانی
کھلاڑیوں کے استحقاق کا سوال پیدا ہوا تو صدر جلسہ نے نہایت بیدردی
سے کہا کہ ان کالے آدمیوں کو نظر انداز کر دیجئے ہمکو پہلے انگریزوں
کے استحقاق کا تصفیہ کرنا چاہیئے" مجھے تعجب ہے کہ ہمارے ساتھ
ایسا برتاؤ کیوں کیا جاتا ہے آخر ہم بھی تو انسان ہیں۔ اس کا جواب
صرف یہ ہے کہ جب ہمکو اپنے ہی ملک میں عزت نفس حاصل نہیں ہے
تو بھلا ہم کس طرح اغیار سے اپنے ملک میں شریفانہ برتاؤ کی توقع رکھ
سکتے ہیں وہ آپ کو اپنے کارخانوں میں تجربہ کے حصول کی اجازت ہرگز
نہیں دینگے اور ہر ممکنہ طریقہ سے آپ کی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ پیدا
کریں گے۔ یہاں بہت سے انگلو انڈین بستے ہیں اور میرا خیال ہے کہ
وہ نہایت ہی نفرت انگیز منظر پیش کرتے ہیں (براہ کرم میری گرموشی
کو معاف فرمائیے لیکن میں وہی لکھ رہا ہوں جو محسوس کر رہا ہوں) کچھ
دنوں پیشتر میں اپنے گھر کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور تفریح کے لئے باہر

جانے کا خیال کر رہا تھا کہ ایک ساٹھ سالہ بوڑھا اوسی راستے گذرا مجھ کو دیکھتے ہی ٹھہر گیا اوس کے ہونٹوں کی جنبش سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دبی زبان میں کچھ کہہ رہا ہے وہ میری طرف بڑھا اور مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ تم ہندوستانی ہو یا نہیں جب میں نے یہ کہا کہ میں ہندوستانی ہوں تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تم کو اپنے آپ پر اور اپنی ہندی الاصل ہونے شرم آنی چاہئیے میں متحیر اور مبہوت ہو گیا لیکن اس حیرانی کے باوجود میں نے اس سے سوال کیا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ آخر تمہارے تنگ ظرف اہل وطن گوروں کو ہندوستان سے کیوں خارج کرنا چاہتے ہیں کیا ان کالے بیوقوفوں کا جن کو پہننے کے لئے کافی کپڑا میسر نہیں یہ خیال ہے کہ وہ اپنے بل بوتے پر حکومت کے کاروبار چلا سکتے ہیں اوس نے یہ کہکر اپنی تقریر ختم کی کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ ہندوستان میں گذرا ہے آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے اس قسم کے لوگوں کا علاج کیونکر ممکن ہے ایک لحاظ سے میں تو اس قسم کے آدمی کو پسند کرتا ہوں جو اپنے خیالات کا صاف صاف اظہار کر دیتے ہیں اسی قسم کے سینکڑوں واقعات ہر روز پیش آتے ہیں میرے لئے یہاں کی قیام زندگی قطعاً باعث مسرت نہیں صرف اس خیال سے کہ میرا یہاں ٹھہرنا خود میرے لئے مفید ہے مجھے واپس وطن لوٹنے سے روکتا ہے ایک قوم کی

حیثیت سے یا مختلف المذاہب ہونے کی جہت سے ہم جو کچھ بھی ہوں لیکن
بہ نسبت ان لوگوں کے ہم میں انسانیت کی روح بہنرلۂ خون جاری و ساری
ہے پیارے چچا میری گرمجوشی کو معاف فرمائیے میں صرف اپنے احساسات
کا احوال آپ سے بیان کر رہا ہوں اگر میری طبیعت نازک حیات کی
سرمایہ دار نہ ہوتی تو مجھ پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوتا لیکن میں اپنی طبیعت
کے ہاتوں مجبور ہوں میرے تکلیف دہ خطوط کو پڑھنے کے بعد کہیں آپ کو
غلط فہمی نہ ہو جائے اگر آپ کو رنج پہونچا ہو تو معاف فرمائیے آزادانہ
اظہار خیال کیوجہ سے کم از کم قلب بریاں کی تپش میں کمی واقع ہو جاتی ہے

۱۲-۳-۲۴ | استرداد برار کے لئے بہت سی رقم خرچ کیجا رہی ہے
مجھے توقع نہیں کہ ہز اگزالٹیڈ ہائنس کو برار واپس ملیگا۔

کچھ عرصہ قبل ٹائمز نے استرداد برار کے موافق اظہار خیال کیا تھا اور ہز اگزالٹیڈ
ہائنس کی نوجوانی کی ایک خوبصورت تصویر بھی شائع کی تھی۔ مجھے یقین
ہے کہ اوس کا خوش آیند نتیجہ نہیں نکلیگا بہر حال دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

۲۶-۳-۲۴ | سر علی امام یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اونکی
کوششوں کے باوجود حضرت الغفراں کی حکومت سرکار نظام کو برار واپس
دینے پر رضامند نہ ہوگی۔ شاید دوسری حکومتیں اوس کو گوارا کرلیں
مگر ہندوستان کی حکومت اوس پر رضامند نہیں ہو سکتی۔ سر علی امام پر اتنا

اتنا روپیہ صرف کرنا کچھ بار آور ہوتا نظر نہیں آتا

۲-۴-۴۲ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا تعلق ایک ریاست سے ہے اور اس لئے مجھے سیاسیات میں حصہ نہیں لینا چاہئے لیکن ہمارے یہاں سیاسیات مفقود ہے مطلق العنان حکومت سیاسی بحث مباحثوں کو روا نہیں رکھتی اور چونکہ سیاسی افکار میں دلچسپی لینے کی گنجائش ہی نہیں اس لئے اون کے لئے غور و فکر کرنا بھی عبث ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایا اس صورت حال کے لئے عوام الناس قابل الزام ہیں؟ چونکہ اہلکاروں کا راج مطلق العنان حکومت کو قائم رکھنے کے لئے ازبس ضروری ہے اس لئے مقتدر حکام عوام کو معمولی جنبش لب کی بھی اجازت نہیں دیتے ایک حیثیت سے تو عوام کو قابل الزام قرار دیا جا سکتا ہے ان میں آزادی کی امنگ نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے وہ ترقی کی کوشش نہیں کرتے اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں لیکن اس بنا پر دوسرے قوام کو ہندوستان کی دولت سمیٹنے کی ترغیب دہی کا جواز ثابت نہیں ہوتا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورے آدمی کے دماغ میں ایسی کونسی بات پائی جاتی ہے جس سے کالے آدمی محروم ہیں ان دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر کو اپنی قابلیت کے اظہار کا ہر ممکنہ موقع حاصل

ہے برخلاف اس کے کالے آدمی کے لئے ایسے مواقع جب تک کہ وہ خود اپنی کوشش سے اون کو نہ پیدا کرے مفقود ہیں۔

۲-۴-۴۲ | جس قدر زیادہ کوئی شخص ان لوگوں سے واقف ہو اسیقدر وہ ان کی سنگاری اور سیاست دانی سے آشنا ہوگا جو شخص ہندوستان میں رہکر اپنے مالکوں کے متعلق صحیح رائے قائم کرنی چاہے اوس کو اسبارہ میں قطعی ناکامی ہوگی۔ جب تک وہ انگلستان میں ان کی اصلی حالت کا مطالعہ نہ کرے وہ کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔

۴۲-۹-۲۵ | میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو شہنشاہیت پسند اقوام کے تسلط یا مطلق العنان حکومت کو پسند کرتے ہیں۔

ہم عجیب لوگ ہیں۔ ہر ہندوستانی کو چاہیئے کہ وہ اپنے خیالات کا دلیری کے ساتھ اظہار کرے اور اون کو چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ ہم میں سے بعض لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وبسرائے کون ہے اور ان کی عظمت واقتدار کی کیا وجہ ہے۔ اگر ہم جرأت سے کام نہ لیں تو اون کے ہاتھ میں کٹ پتلی بن جاینگے۔ دنیا کے کسی خطے میں اس قدر ظلم وستم نہیں پایا جاتا جتنا کہ ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ہماری حالت تو ازمنہ گذشتہ کے غلاموں سے بھی گئی گذری ہو گئی۔ اس کے باوجود لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان سے معاملات عامہ کی انجام دہی میں ان سے کوئی رائے نہیں لیجاتی

ظاہر ہے کہ اگر وہ حکام سے اس قدر ڈریں تو اون کی رائے کی رفعت کا خیال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہاں یورپ میں لوگ اپنے خیالات کا ازادانہ طریقہ سے اظہار کرتے ہیں اون کی وجہ یہ ہے کہ ہماری برطانوی حکومت جو ہماری مرفہ الحالی کی خواہاں نہیں ہے بچپن سے انگریزوں کی بلندی اور ہماری پستی کا خیال ہمارے دلوں پر نقش کر دیتی ہے۔ اس کے لئے وہ اپنے اختیارات سے کام لیتے ہیں علاوہ بریں ہم میں ایسے لوگوں کا فقدان ہے جو صورت حال کو بدل سکیں اس سلسلہ میں بنگال کی مثال کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ترقی کی دوڑ میں حیدرآباد تین صدی پیچھے ہے گذشتہ چار یا پانچسال سے برطانیہ کے خلاف شورش کی جارہی ہے۔ لیکن اعداد شمار کے مطالعہ سے واضح ہے کہ برطانیہ کی تجارت میں فروغ ہورہا ہے اس لئے انگریز اس شورش کی رتی برابر پروا نہیں کرتے ہماری چیخ پکار سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا وہ حسب دلخواہ جو چاہیں کرتے ہیں وہ ہمکو ریل کے ڈبے میں سے لات مار کر نکال دیتے ہیں اور ہم اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ انگریز نے ہم کو لات ماردی۔ یہ ہندوستان کی موجودہ حالت ہے اس کے باوجود ہم انگریزوں کی بنائی ہوئی چیزوں کو خریدنا باعث فخر سمجھتے ہیں کیونکہ ہم اون کو اپنے حکمراں تصور کرتے ہیں ہم یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے یہ حکمرانی کیونکر حاصل کی اور وہ اس حکمرانی سے کس طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں

مجھے یقین ہے کہ ہندوستان میں تقریباً نوے فی صدی نوجوان طلبہ اپنا کام محنت اور عرق ریزی سے انجام دیتے ہیں۔ لیکن ان ہندوستانی طلبہ میں سے جو انگلستان آتے ہیں بہ مشکل پانچ یا دس فی صدی کسی کام کے قابل ہوتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے نوجوانوں کی کتنی بڑی تعداد انگلستان جاتی ہے اور اون میں سے کتنے حقیقی تعلیم و تربیت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں ڈیڑھ سو یا تین سو روپیوں کی ملازمت میں کوئی فائدہ نہیں ہے تقریباً ایک ہزار پونڈ خرچ کرنے کے بعد ڈھائی سو پونڈ کمانا کوئی مشکل کام نہیں انگلستان کی انجینیرنگ ڈگری اور یہاں کے ڈپلوما میں بہت فرق ہے انگلستان کے گریجویٹ کی بہ نسبت ایک ایسا شخص جو جرمنی کا ڈپلوما رکھتا ہے بہت زیادہ علمی سرگرمی دکھا سکتا ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کی حالت یکساں ہوتی ہے اس کی وجہ اون کے نصاب ہائے تعلیم کا فرق ہے مجھے افسوس ہے کہ میں انگلستان گیا ممکن ہے کہ کوئی شخص انگلستان کو انگریزوں کی طرز گفتگو سے واقفیت پیدا کرنے یا ملازمت کے حصول کیلئے جانا بالکل بیکار ہے اگر مجھ کو کسی کی تعلیم و تربیت میرے ہاتھ میں ہو اور اون کا قانون پڑھنے کا ارادہ نہ ہو تو انگلستان پہنچنے پر میں کبھی راضی نہیں ہوں گا۔ کسی دوسرے یورپی ملک میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ انگریزی زبان پر عبور حاصل کرنے کے لئے

انگلستان جا سکتا ہے ہندوستان کے لوگ چین کے حالات سے بالکل
ناواقف ہیں اہل چین افیون کی نشہ میں سرمست نہیں ہیں انگریزوں
نے بزور شمشیر ان کو ہندوستان کی پیدا کی ہوئی افیون کے استعمال پر مجبور
کیا ہے۔ ہندوستان کے اخبارات چین کے متعلق کیسی عجیب باتیں پیش
کر رہے ہیں بعض اخبارات کا خیال ہے کہ اہل چین اشتراکی ہیں اور
بعض کا خیال ہے کہ اون میں جنگ وجدل کی طاقت نہیں لیکن یہہ
بیانات حقیقت سے دور ہیں یورپ میں ہر ایک شخص (اہل انگلستان کو
مستثنی کرنے کے بعد) چین کے صحیح حالات سے واقف ہے۔ ہندوستانیوں
کے علاوہ تمام دنیا کو انگریزوں کی شکست کا علم ہے کسقدر افسوسناک
بات ہے کہ ہندوستانی فوج جس پر ہمارا روپیہ بیدریغ خرچ ہو اور اہل چین
کے خلاف نبرد آزما ہو ہمکو اس اپنی غلامانہ حیثیت کا صحیح اندازہ ہونا
چاہئیے جو دیگر اقوام عالم کی نظروں میں ہے جب کبھی جنگ چھڑتی ہے
تو ہمارے جری سپاہی انگریزوں کی خاطر برضا ورغبت مصروف پیکار
نظر آتے ہیں۔

۱۲-۱-۲۶ | مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ انگریزوں کو ہانکوں
سے (جو چین میں ہے) خارج کر دیا گیا بہت ممکن ہے کہ اون کا اخراج
عارضی ہو یہ افسوس کا مقام ہے کہ اپنی حالت کی خستگی اور خرابی کیوجہ

سے ہم اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے سرگرمی نہیں دکھا سکتے ۔ اہل چین ہم سے زیادہ تعلیم یافتہ اور متمدن نہیں ہیں لیکن اون میں ایک یگانگت پا یجاتی ہے جو ہم میں مفقود ہے علاوہ بریں سینکڑوں برس سے غلامانہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ہمارے اذہان میں غلامانہ خیالات سرایت کر گئے ہیں اور اسیوجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انگریز ایک سماوی فرشتہ ہے۔

از سمندار ا ڈی ۔ آپ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ سیاسیات میں عملی حصہ نہیں لینا چاہیئے سوال یہ ہے کہ آپ سے کس نے کہدیا کہ میں سیاسیات میں عملی حصہ لے رہا ہوں ایک ایسے ملک میں سیاسیات سے الگ تھلگ رہنا بالکل بیکار ہے جہاں ہر شخص سیاسی معاملات میں دلچسپی رکھنا ہو میں اس موضوع پر زیادہ لکھنا پسند نہیں کرتا اور کوئی ایسی قابل تذکرہ بات پیدا نہیں ہوئی جس کے متعلق میں کچھ لکھ سکوں۔

اڈی ۔ اگر ہم مغرز اور بیدار مغز ہوتے تو ہندوستان میں انگریزوں کے ناک چنے چبا دیتے ہندوستان میں ہماری حالت بعینہ وہی ہے جو حبشیوں کی امریکہ میں ہے ہم اس طرز عمل کے خلاف ایک اعلان شایع کر رہے ہیں جسکی ایک نقل میں آپ کو بھیج رہا ہوں افسوس کی بات ہے کہ حالات کے اسقدر نامساعد ہونے کے باوجود بھی ہندوستانی انگلستان جانے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا کی حالت ملاحظہ کیجئے جو ہندوستان ہی سے شایع ہوتا ہے اور ہندوستان کے حالات کی ایسی بیہودہ تصویر کھینچتا ہے جس سے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونے ہی نہیں پاتا کہ یہاں بتیس ملین ہندوستانی رہتے ہیں۔ اگر یہ اخبار کوئی تصویر شایع کرتا ہے تو وہ عموماً یا تو کسی بد وضع اور وحشی عورت کی یا کسی سیاسی قائد کی مضحکہ انگیز تصویر ہوتی ہے یا کسی مہاراجہ یا شہزادہ کی مثلاً دائی لیلیا یا آغا خاں لیکن ہر چیز کی ایک حد ہے اور اس اخبار کی تازہ ترین اشاعت نے تو اس آخری حد سے بھی تجاوز کیا ہے میں ایسے اخبارات کو پسند نہیں کرتا جو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے حالات کو مضحکہ انگیز طریقہ سے پیش کرتے ہیں ایسے اخبار کا خریدنا جو ایک دور دراز مقام پر شایع ہوتا ہے نہ صرف اسراف بلکہ اپنے عزت نفس کی توہین ہے میں آپ سے ملتجی ہوں کہ ایسے اخبار کی سرپرستی نہ فرمائیں

۲۹-۵-۱۸	میرا خیال ہے کہ یورپ میں صرف پروپگنڈے کی حد سے ہندوستانی

طلبہ کے لئے خوش آیند حالات پیدا کئے جا سکتے ہیں اور جب تک ہم پروپگنڈے سے کام نہ لیں یورپ والے ہمارا خیال نہیں رکھینگے۔

۲۶-۳-۲۳	مجھے آپ کا یہ خیال سن کر خوشی ہوئی کہ سیاسیات میں

دخل اندازی نوجوان مرد یا عورت کے لئے ضروری ہے ایک عرصہ سے میرا بھی خیال تھا سیاسیات کا یہ مطلب نہیں کہ انقلاب

پسندوں کی کوششوں یا دیگر کارہائے نمایاں ہیں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمکو حالات حاضرہ پہ ایک خاص زاویۂ نگاہ سے نظر ڈالنی چاہئے ہندوستان کی سیاسیات کی گری ہوی حالت کیوجہ صرف یہی ہے کہ ایک خاص جماعت نے سیاسیات کو پیشہ کی حیثیت سے اختیار کیا ہے اس کے برخلاف اگر ہر شخص سیاسی معاملات میں دلچسپی لے تو بہت سے نفس پرور سیاست داں اپنی جگہ کو راستباز سیاست داں کے حق میں خالی کر دینگے۔

۳۰-۱۱-۲۶ | یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ ہندوستان میں مختلف سیاسی فرقوں کی بہتات ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ گو یہ صورت حال بادی النظر میں ہمت شکن نظر آئے۔ لیکن جرمنی کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جہاں تقریباً تنتالیس سیاسی فرقے پائے جاتے ہیں اس بارہ میں زیادہ تشویش بیکار ہے۔ اگر ہم بیرونی معاملات کی حد تک ایک متحدہ قومی محاذ پیدا کرلیں تو حالت سدھر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کا حل قوم کی نوخیز پشت کے ہاتھ میں ہے پرانے لوگ اس مسئلہ کا حل پیش نہیں کر سکتے۔

۱۷-۵-۲۷ | ہندوستان میں حالات کی رو ہمارے خلاف بہہ رہی ہے حتٰی کہ نام نہاد خدا اور فطرت بھی جو عموماً غیر جانب دار ہمدرد تسلیم کئے جاتے ہیں ہم کو کچلنے پر آمادہ ہیں غالباً گذشتہ پشت کی غلطیوں

کی وجہ سے ہم اس قسم کے برتاؤ کے مستحق ہیں۔ محنت (لیبر) کا مسئلہ آیندہ زمانہ میں بہت اہم ثابت ہوگا ہزاروں گاندھی کیوں نہ پیدا ہو جائیں ہمارے ملک کی حرفتی ترقی کو روک نہیں سکتے اور جب حرفتیں قایم ہو جائیں گے تو ہمارا دار و مدار کلیتہً زراعت پر نہ رہیگا اسیوجہ سے ایک زرعی کمیشن کا تقرر کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ درآمد میں زیادتی پیدا کرنے کی خاطر ہندوستانیوں کے معیار زندگی کو بلند کر دیا جائے کیونکہ درآمد کی زیادتی کیوجہ سے ہمارے حرفتوں کی ترقی رکجائیگی جن کا بصورت دیگر ترقی کرنا لازمی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کے ہندوستانیوں کے اذہان عجیب و غریب مضحکہ انگیز خیالات کے آماجگاہ ہیں اون کو دنیا کے واقعات کی کوئی خبر نہیں ہوتی شکاری کتے اپنے شکار کے تعاقب میں جسقدر سرگرمی دکہاتا ہے اسیقدر سرگرمی کے ساتھ وہ کرکیٹ کے نتایج کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اپنے ہموطنوں کو انگریزوں کی اندھا دھن تقلید کرتے ہوئے دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے مجھے گزشتہ چار سال میں ایسے واقعات اور تجربات سے سابقہ پڑا کہ میں ایک قوم پرست بنگیا ہوں بہت ممکن ہے کہ میرے دیگر خیالات میں تبدیلی ہو مگر میرے اس خیال میں کہ ہندوستان صرف ہندوستانیوں کے لیے ہے کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔ یوروپی تسلط کے اختتام کا خیال مجھے ہمیشہ لاحق رہیگا۔ مجھے یہ دیکھکر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ہندوستان سا ملک جو ایک شاندار مستقبل

رکھتا ہے مذہب اور سیاست کو خلط ملط کرنے کی وجہ سے ایسی خستہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔

او سی۔ میرا خیال ہے اگر ہندوستان آزاد ہوتا تو موتی لال نہرو لالہ لجپت رائے او سی آر داس کی سی ہستیاں تاریخ کو پلٹ دیتیں کیونکہ ہندوستان میں تا حال کلیتہ کامیاب نہیں ہوئے ایک غلام قوم ہونے کے باوجود بھی ہمارے لوگ ابلہ فریبیوں کے دام میں سختی کے ساتھ گرفتار نہیں ہوئے چند سال قبل ابلہ فریبی کا شکار ہونا ممکن تھا لیکن اب حالات بدل گئے ہیں بعض اخباروں اتحاد طور پر اخبار نویسوں کی جرات سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی گو بالاخر نتیجہ وہی رہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہندوستانی اخبارات کے پروپگنڈے کا اثر موجودہ ہندی نسل کے دماغوں پر بجنسہ وہی ہوگا جو برطانوی اخبارات کے پروپگنڈے کا موجودہ برطانوی نسل پر ہوا ہے۔ اور یہ میرے نزدیک ایک فال نیک ہے میں اوس کی پروا نہیں کرتا کہ حکومت نے پس ماندہ طبقوں اور مسلمانوں کی اکثریت کو اپنا طرفدار بنایا ہے جیسا کہ لالہ لجپت رائے کہتے ہیں پسماندہ طبقوں کی تعداد کو حکومت روز بروز بڑھا چڑھا کر دکھا رہی ہے سنہ ۱۹۲۰ء میں ان کی تعداد تیس ملین سنہ ۱۹۲۵ء میں پچاس ملین اور اب ساٹھ ملین نفوس شمار کی جاتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کو اس سے پہلے پسماندہ طبقوں کی دستگیری کا خیال کیوں نہ پیدا ہوا میں سمجھتا ہوں کہ ان اختلافات کے باوجود

تھوڑے راسخ العقیدہ لوگ حالات پر ایک بڑی حد تک قابو پا سکتے ہیں اس کے برخلاف ہندوا ور مسلمانوں کے پر فریب اتحاد سے جو دونوں ملتوں کے جم غفیر پر مشتمل ہو حالات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں میرے خیال میں یہہ محاورہ کہ بھونکنے والے کتے کاٹتے نہیں" حقیقت پر مبنی نہیں ہے میرا خیال ہے کہ کتے اگر ایک عرصہ تک بھونکتے رہیں تو ان کی طبیعت میں کاٹ کہانے کا میلان پیدا ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ ہندوستانیوں کی شورش انگریزوں کو نقصان نہ پہونچا سکے لیکن اون کی شورش ابھی تک ابتدائی حالت میں ہے کچھ عرصہ کے بعد اون کے حق میں ہندوستانیوں کی شورش بہت خطرناک ثابت ہوگی۔
ہندوستان کو مغرب سے سیاسی شورش کا طریقہ سیکھتے ہوے ابھی دس سال بھی نہیں ہوئے اور اگر ترقی کی یہی رفتار باقی رہی تو آیندہ دس سال میں۔ واقعات پلٹا کھا جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ انگریز ہندوستانیوں کی سیاسی ترقی میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے
ہمکو ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں پہونچسکتا۔ ہمارا فرض ہے کہ باتیں بنانا چھوڑدیں اور ایک معین مقصد پیش نظر رکھکر اپنے آپ کو منظم کرلیں لیکن ہندوستان کی موجودہ تغیر پذیر اور عارضی حالت میں ہم کو دھمکیوں اور پرزور مطالبات سے بھی کافی مدد ملسکتی ہے میں آپ کے سامنے اس خیال کی صحت کا یقین دلانے کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک ہندوستانی جو دیڑہ دو نجے

ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں زیر تعلیم تھا اوس کو برطانوی حکومت نے یورپ بھجوایا تاکہ کاغذ کی صنعت کا مطالعہ کرے اس سے میری ملاقات ہوی اور میں نے اوس سے ہندوستان کی سیاسی حالت کے متعلق سوالات کئے اوس نے کہا کہ ہمارے ہاں کے سیاست داں بڑی بڑی باتیں بنانے میں اوستاد ہیں لیکن انسے کسی عملی کام کی سرانجامی ناممکن ہے اس کے بعد دوران گفتگو میں اون سے ہندوستانیوں کو نظرانداز کرنے اور ان کی جگہ پر انگریزوں کے مامور کرنے کا تعصب دہرایا کہنے لگا کہ انگریزوں کیلئے ہندوستانیوں کو موقع دینا اور ان کے ساتھ مہربانی اور رعایت کرنا نہایت مشکل ہے میں نے سوال کیا کہ پھر کاغذ کی صنعت کی تعلیم کے لئے کسی انگریز کو بھیجنے کے بجائے تم کو کیوں بھیجا گیا۔ اُس نے صاف صاف کہدیا کہ مجلس وضع قوانین نے حکومت مرکزی پر بے حد دباوڈال کر مجھے یورپ بھجوانے پر آمادہ کیا۔

ان خطوط کے اقتباسات جو آنجہانی نے اپنے والد و چچا کے نام لکھے

صنعت ۔ حرفت ۔ اور تجارت

۲۹-۴-۴۴ | ہندوستان میں لوہے پر جو محاصل عائد کئے گئے ہیں وہ میری نظر سے گزرے جس کسی کے سر اسکا سہرا ہو اس کی ساعی قابل ستائش ہے

بہ نسبت دو سالہ سیاسی شورش و اضطراب کے ترقی کا یہ قدم ہندوستان کے حق میں زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

۹-۲-۲۵ | حال ہی میں میں نے ایک کارخانہ میں سماعی آلات کا ایک سٹ تیار کیا جس کو ہر جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے خواہ حرکت پذیر سیکل یا چلتی گاڑی ہی پہ کیوں نہ ہو چونکہ اسکے اکثر لوازمات میرے خودساختہ تھے اس لئے مجھے اس سلسلہ میں زیادہ صرفہ برداشت نہیں کرنا پڑا۔

جنگ کی وجہ سے اس تجارت میں کساد بازاری پھیل گئی۔ ہندوستان میں نواس تجارت کو فروغ دینے کا رجحان پایا جاتا ہے بھلا اس عملی شعبہ میں ہندوستانیوں کے لئے مشق بہم پہونچانے سے بہتر کونسا پروپگنڈا کارگر ہو سکتا ہے مراجعت کے بعد وہ قدرتی طور پر جرمنی کی تیار شدہ اشیا وغیرہ کی سفارش کریں گے ہم جو کچھ صنعتیں اختیار کریں گے ان کی تامین لازماً امریکی اور برطانوی سرمایہ کی مدد سے ہوگی۔ ہمارا اپنا سرمایہ تو عورتوں کی تزئین و آرائش کی نذر ہوگا۔

۱۰-۱-۲۶ | بہتر ہوگا اگر آپ اپنے سفر کے دوران میں اپنے ملک کی دیہات کا مطالعہ کریں۔ اور ان اشیا کا بھی جو ملک میں درآمد کی جاتی ہیں مطالعہ ضروری ہے میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہم پیمانہ صغیر پر صنعتوں کو قائم کرنے کی کوشش کریں تو زیادہ منفعت بخش ہوگا۔

۲۶-۳-۲۶ ہم گرداب ملازمت میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملازمت میں ایسی کونسی منفعت ہے ملازمت کا خیال تو صرف ہم ہندوستانیوں ہی کو دامنگیر ہوتا ہے درآنحالیکہ دیگر اقوام عالم جدوجہد کے میدان میں گامزن ہیں ہم ملازمت پر جان دیتے ہیں اور اس طرح غلامی کا طوق ہمارے گردنوں سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

۲۷-۴-۲۶ یہ مقولہ کہ "ناکمل علم مخدوش ہوتا ہے" ہمیشہ مبنی بر صحت نہیں ہوتا ہے اس کے صحیح ثابت ہونے کے بھی مواقع ضرور ہیں "روٹی نہ ہونے سے تو آدھی کا ہونا بہتر" ایک ایسا مقولہ ہے جس میں زیادہ صداقت پائی جاتی ہے کوئی علم پر پوری طور پر احاطہ نہیں کر سکتا بعض لوگ تھوڑا بہت علم حاصل کرتے ہیں اور بعض کچھ ان سے بڑھکر اور بعض تو علم سے قطعاً بہرہ ور نہیں ہوتے موخرالذکر مقولہ کی رو سے اس مقولہ کا جواز ثابت ہو سکتا ہے کہ "جاہل سے عالم بہرحال بہتر ہے" اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ایک ایسی شئی نہیں ہے کہ جس کی تحدید اور مقدار کا تعین ممکن ہو۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ایک ایسے شخص کے مقابلہ میں جو شدبد لکھنا پڑھنا جانتا ہو ایک ایسے شخص کو جو علم سے بالکل بے بہرہ ہو ہرگز ترجیح نہیں دیجا سکتی۔

۱-۷-۲۶ یہ معلوم کرکے مجھے افسوس ہوا کہ کارخانہ بند ہوگیا ہے اس کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہ تھا اس وجہ سے کہ اس کے جاری رکھنے میں

خسارہ تھا اس کارخانہ میں جو سبق ملا وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا مشورہ جو کسی چیز کا پورا علم نہیں رکھتے ہیں ناقابل قبول ہے۔

۱-۸-۲۶ | دوسری اہم خبر جو میں آپ کو دیسکتا ہوں یہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ ہندوستانی جن کا بیشتر حصہ باشندگان سیلون پر مشتمل ہے ہیگن بیش نامی ایک شخص کے زیر اہتمام جس کو وحشی حیوانات کے سدھانے میں خاص شہرت حاصل ہے بلغ حیوانات میں بطور نمائش پیش کئے گئے ہیں میری نظر میں وطن کے غریب ترین لوگ بھی ایسی وحشیانہ اور شرمناک زندگی کا نظارہ مہیا نہیں کر سکتے۔ اس نمائش کا اثر اون لوگوں کی ایک بڑی تعداد پر جو ہندوستانی معاملات سے ناآشنا ہیں جو کچھ ہو سکتا ہے اوس کا اندازہ صرف یہاں کے سکونت پذیر ہندوستانی کما حقہ کر سکتے ہیں وہ ہندوستان کو ایک جاہل اور ناشایستہ ملک تصور کرنے میں جس کا خمیازہ یہاں کے اقامت پذیر طلبہ کو بھگتنا پڑتا ہے

۲۹-۹-۲۶ | ہندوستان میں مزدوروں کی افسوسناک کیفیت کا حال سن کر مجھے افسوس ہوا میری دانست میں اس کا اثر یہ ہوگا کہ ایسا نظام زمینداری جو بڑے پیمانہ پر ہو زوال پذیر ہو جائیگا صرف وہی لوگ جو اپنے ہاتوں کھیتی باڑی کر سکتے ہوں زمین کے مالک ہوں گے یہی نظام چکوسلوواکیہ (سلواکیا) میں رائج ہے جہاں کاشتکاری وغیرہ صرف اونہیں لوگوں کے ہاتوں میں ہے جو زمینات کے مالک ہیں دوسرا نتیجہ جو میرے خیال میں ہندوستانی زراعت

کی موجودہ صورت حال سے ظہور پذیر ہوگا یہ ہے کہ بالاخر ایسی شنوں کی ضرورت محسوس ہوگی جو تقلیل محنت کے باعث ہوں میں نے ہندوستانی کارخانوں کے بارآور نہ ہونے کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے اوس کے دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ وہ لوگ جو ان کارخانوں کا افتتاح کرتے ہیں ان کے متعلق بہت کم واقفیت رکھتے ہیں جن لوگوں کو ان کے متعلق معلومات بہم پہونچتے ہیں بلا پس و پیش وہ اون کو قبول کر لیتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کا مشیر خود ان کے متعلق کافی علم نہیں رکھتا اگر کسی یوروپی کو کاروبار کی نگرانی کے لئے مقرر کیا جائے تو اوس کو لازماً تنخواہ زیادہ دینی پڑیگی اور اخراجات میں اضافہ ہو جائیگا علاوہ بریں ہم کو اس امر کا یقین کر لینا چاہئے کہ اس کارخانہ کا وجود جس کو ہم قائم کرنا چاہتے ہوں ضروری ہے یا نہیں مسئلہ حمل ونقل اور دیگر امور کا بھی لحاظ ناگزیر ہے ۔

۲۶-۱۲-۰۷ کسی کارخانہ کے قیام پر غور کرنے سے پیشتر ہم کو اس سرمایہ کی مقدار کا صحیح علم ہونا چاہئے جو ہم کاروبار میں لگا سکتے ہیں ۔ یہ بہت اہم بات ہے ۔ میرے خیال میں ایسا کاروبار جو انجمنہائے سرمایہ مشترک کی طرز پر چلایا جائے ہرگز کامیاب اور بارآور نہیں ہو سکتا اسلئے اس امر کی سب سے پہلے تحقیق کر لینی چاہئے کہ آپ کسقدر رقم کسی کاروبار میں صرف کرنے کی جرات کر سکتے ہیں بصورت دیگر ہم کاروبار کامیابی کیساتھ نہیں چلا سکتے کوئی کاروبار

تہی دستی کے باعث سرسبز نہیں ہو سکتا۔

۹-۳-۲۷۔ میں آپ سے اس بارہ میں متفق ہوں کہ انسان کے لئے ناممکن ہے کہ جملہ مضامین پر عبور حاصل کرے اور بنا بر ایں میرا قطعاً ارادہ نہیں کہ اس قسم کی کوئی کوشش کروں آپ کو معلوم ہے کہ انگلستان میں جس قسم کی ٹریننگ دیجاتی ہے وہ صرف کسی بڑے کام کے قابل بنا دیتی ہے جس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ذمہ دار نہ ہو) اور جب تک کوئی شخص اسپیشل ٹریننگ حاصل نہ کرے وہ اپنے برتے پر کوئی کاروبار نہیں چلا سکتا کسی صنعت کا اجرا کوئی آسان کام نہیں صرف وہی لوگ جو اپنے مضمون کا کما حقہ علم یا اسکی متعلق وسیع تجربہ رکھتے ہوں کسی کاروبار کو پروان چڑھا سکتے ہیں عام طور پر ٹریننگ کے فقدان کیوجہ سے بہت سے کاروباری معاملات ہندوستان میں سرسبز نہ ہو سکے میں برقی مشینری کے صنعتی نقشہ ساز کی حیثیت اختیار کرنا چاہتا ہوں جس کی ضرورت ہندوستان میں جب کہ ملک میں برقی رو دوڑ جائے گی آیندہ شدید ضرورت محسوس ہوگی۔ میں نے ایسے الات ایجاد کئے ہیں کہ ریڈیو سٹ کے مشابہ ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ ان کو پیٹنٹ کرالوں میں نے یہ ضروری خیال کیا کہ ان الات کے طریقہ استعمال اور ان کی خصوصیات کا مکمل بیان دیکر ان کو اپنے نام پر رجسٹرڈ کرالوں اسیوجہ سے اس معاملہ میں تھوڑی بہت تاخیر ہوگئی میں اس تکمیل کی کوشش کر رہا ہوں مجھے اس کا علم نہیں

کرا یا مجھ سے پہلے کسی نے اس قسم کے آلات کو اپنے نام پر پیٹنٹ کرا لیا ہے یا نہیں میں اوس کی بعد میں تحقیق کروں گا۔

۲۷-۴-۶ میں نے ایک گلاس لیمپ کے کارخانہ کی قیام کی خبر سنی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا کارخانہ نفع سے زیادہ نقصان کا باعث ہوگا کیونکہ منتظمین اور کارندے ایسے معاملات کے سرانجام دینے کیلئے کافی وقفیت نہیں رکھتے کسی نہ کسی دن وہ شکست ہو جایں گے اور عوام الناس کو یہ معلوم ہو جاے گا کہ ایسے کارخانہ ہندوستان میں بار آور نہیں ہو سکتے برقی قمقموں کی دستکاری کچھ آسان کام نہیں ان کی تیاری کے لئے متعدد مشینوں کی ضرورت ہے ان کو دو ہو نیکنیوں کی مدد سے بنلاتے میں بہت کم فائدہ ہے وہ اس طریقہ سے سستے دا موں بنائے نہیں جا سکتے ان کا تانبے کے تار سے کام نہیں چلتا بلکہ ایک ایسی چیز کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جو بازار میں نہیں مل سکتی اس لئے کہ وہ کارخانہ ہی میں تیار کیجاتی ہے تار کے موٹے پن میں یکسانیت نہیں پائی جاتی تار اسی مناسبت سے موٹا ہوتا ہے جس مناسبت سے قمقمہ کے لئے تپی طاقت فراہم کیجاتی ہے ماحصل کلام ان کے بنانے کے لئے ماہرانہ اور تخصیص طلب محنت کی ضرورت ہے میں بعض اوقات زراعتی کیفیتوں میں دلچسپی لیتا ہوں اور ہندوستان میں زرعی حالات کو روز بروز بد سے بدتر پاتا ہوں میرا خیال ہے کہ اس صورت حال کی خاص وجہ

موجودالوقت معاشی حالات کا نتیجہ ہے جب مزدور یہ دیکھتا ہے کہ کارخانہ
میں کام کرنے سے اس کو کاشت کاری کی بہ نسبت زیادہ اجرت اور زیادہ
آزادی حاصل ہوتی ہے تو وہ قدرتی طور پر زمین سے وابستہ رہنے میں دلچسپی
نہیں لیتا کیونکہ اس صورت میں خدا پر توکل کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ مناسب وقت
ابر باراں سے مستفید فرمائے ہر شخص کے پاس جتنی کچھ زمین ہوتی ہے وہ انتی
مختصر سی ہوتی ہے کہ پنجاب کے سوائے ایک شریف کاشتکار ایک تلیل عرصہ
میں لکھپتی نہیں ہو سکتا ان لوگوں کے لئے بہترین لائحہ عمل یہ ہے کہ صنعتی کاروبار
کیطرف جھک پڑیں اور اپنی زمینات دہقانوں کیلئے چھوڑ دیں جو
بہ نسبت شرفائے زمینات سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں ہمارے
ملک کو صنعت کی بیحد ضرورت ہے لیکن ہمارے ہاں کے کاروباری حضرات
کی کمزوری یہ ہے کہ وہ بازار کی حالت کا مطالعہ نہیں کرتے ان گوناگوں
مسایل کا حل ایک ہی وقت میں کس طرح ممکن ہے جب کہ اولاً ہم کو ایک غیر
ملکی طاقت کی پالسی کا مقابلہ کرنا ہے تواریخ اور دوسری کتابوں کے ذریعہ
ہم کو بچپن سے یہ سکھلایا جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے ملک کو اور ہر اوسی
شئی کو جو ہندی الاصل ہو حقارت کی نظر سے دیکھیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ
ہم آپس میں اختلاف کرتے اور ایک دوسرے سے دست گریباں رہتے
ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری غلطیاں المضاعف ہوتی چلی جاتی ہیں اور غیر ملکی

اشیا کی وقعت ہمارے دلوں پر مرتسم ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں نسلی اور مذہبی اختلافات سے مل جل کر ہمارے قائدین کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہیں اور ہمارے غیر ملکی حکمرانوں کے لئے راستہ صاف کر دیتی ہے۔

ہماری معاشری حالت

۲۸-۲-۲ | امیر افغانستان کا آج یہاں وررود عمل میں آنے والا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ اون کی اسقدر زیادہ تعظیم و تکریم کر رہے ہیں باوجود اس امر کے کہ وہ صرف ایک چھوٹے سے ملک کے فرماں روا ہیں جس کی آبادی صرف ساٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل اور جس کا مقابلہ ہمارے ہاں کے بعض مہاراجہ سے کیا جاسکتا ہے۔ امیر موصوف یہاں تعظیم و تکریم کی غرض سے نہیں آ رہے ہیں بلکہ انکی غرض کارخانہ جات اور صنعتی مراکز کا معائنہ ہے۔ اون کے خیالات پیش نظر کیجیے اور ان کا مقابلہ ہمارے ہاں کے مہاراجاؤں کے ساتھ کیجیے جو اس ملک میں اپنی آمد کے ساتھ ہی کسی ہوٹل میں اقامت گزیں ہو جاتے ہیں مجلس رچاتے ہیں اور پھر مراجعت کرتے ہیں اسکی وجہ صرف اس فرق پر مبنی ہے جو ہمارے اور ایک آزاد قوم کے مابین پایا جاتا ہے افغانیوں کی تمدنی حالت ہم سے زیادہ پست ہے باوجود

اس بات کے وہ آزاد و خود مختار ہیں۔

۵۔۵۔۲۰ مجھے ہمارے نظام اجتماعی سے سخت نفرت ہے میرا خیال ہے کہ جب تک اصلاحات کی تجاویز عمل میں نہ لائی جائیں ہم کو غلامی کے بندھنوں سے چھٹکارا نہیں مل سکیگا یہی نہیں بلکہ ہماری حالت موجودہ افریقیہ کے اور صحرائی باشندوں سے بہتر بھی نہ ہوگی۔ ہم نے اپنی کمزوری کیوجہ سے ہندوستان کو غیر ملکوں کے حوالہ کر دیا ہے بنابریں ہم پہلی صدی میں کوئی ترقی نہ کر سکے اور ہم پر جمود کی حالت طاری رہی یورپیوں نے جو ایک صدی پہلے ہم سے کچھ زیادہ متمدن اور شائستہ نہ تھے اس عرصہ میں کافی ترقی کر لی تا آں کہ اون میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا انکی رفتار زندگی روز بروز سرعت پذیر ہے گزشتہ بیس سال کے دوران میں یعنی ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۰ء تک انہوں نے پہلی ڈیڑھ صدی سے زیادہ ترقی کی جتنی وہ زیادہ ترقی کریں اسیقدر پیش پیش رہیں گے اگر ہماری معاشرتی حالت جوں کی توں رہی تو ہم کو ترقی کی بہت کم امید ہے موجودہ نظام معاشرتی ہم کو اسقدر تنگ دل بنا دیتا ہے کہ بچپن ہی سے نہایت ہی تنگ زاویہ نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں مثلاً یہ ہمارا عام دستور ہے کہ ہم اشیاء خورد و نوش کو اگر کسی مسلمان یا غیر ہندو کا ہاتھ لگ جائے تو پھینک دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اسی قسم کی دوسری رسمیں بھی ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں

صداقت قلب

۸-۳-۲۵ | بصد حجاب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میرے کیرکٹر میں ایک ایسا پہلو مضمر ہے کہ اگر بے لوثی اور خلوص کا کسی کے قول و فعل سے پتہ چلے تو میری طبیعت اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی

پابندی اوقات اور وقتکی قدردانی

۸-۱-۲۶ | تقریباً چھ یا سات سو بارکس ایک الکٹرک الارم لیلئے درکار ہیں میرا خیال ہے کہ یہ ازبس ضروری ہیں کیونکہ ہم کو وقت کی قدر اور پابندی اوقات کا خیال نہیں ہوتا۔

شکرگزاری

۲۲-۶-۲۶ | ایک سو اسی پونڈ کا ڈرافٹ وصول ہوا یہ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ روپیہ بروقت ارسال فرمایا کرتے ہیں۔ اس خیال سے بہت مسرت ہوتی ہے کہ میں ایسے خاندان میں پیدا ہوا۔ اور میں اس کے لئے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں مسرف نہیں اس لئے پیسوں کی قلت کبھی محسوس نہیں کرتا اگر کبھی آپ کچھ کم بھی رقم بھجوائیں تو مجھے اس سے چنداں تکلیف نہیں ہوگی میں نہ صرف اسوجہ سے خوش ہوا کرتا ہوں کہ آپ بیدریغ روپیہ روانہ فرمایا کرتے ہیں بلکہ میری

خوشی کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کو ہمیشہ میری فکر اور میرا خیال دامنگیر رہتا ہے

ہندوستانی زندگی کا ایک بصیرت افروز سبق

بڑا رنج ہوا کہ والدہ کا مزاج ناساز ہے وہ ہمیشہ کسی نہ کسی چیز کے لئے مضطرب و متفکر رہا کرتی ہیں ہندوستان میں ہماری زندگی کا شیوہ یہی وتیرہ ہے۔ اطمینان و مسرت کی تمام زندگی بسر کرنا عنقا ہے۔ زندگی کا لطف ہم کو خاطر خواہ حاصل کرنا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جن کو خدا نے ثروت عطا کی ہے محنت شاقہ نہیں کرتے اور بغیر سخت محنت کے لطف حیات میسر ہی نہیں آسکتا میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان خیالات کا اظہار کیوں کر رہا ہوں۔

فیاضی

۱۱-۱-۲۶ میں اس کوشش میں ہوں کہ بورڈنگ ہوز کے لئے ایک برقی گھڑیال کا تصفیہ کردوں۔ اگر قیمت کچھ زیادہ نہ ہو تو میں ایک گھڑیال بطور پیشکش گزرانوں اگر وہ اسقدر قیمتی ہو کہ میں اوس کی قیمت کا کفیل نہ ہوسکوں تو مجبوری ہے میں نے بورڈنگ کے لئے کتابیں خریدی ہیں اور اون کو براے ارسال یکجا کردیا ہے۔ اون کو نارائن رشید ی اور انارٹیڈی کیساتھ بھیجدیا جائیگا میں بہترین منتخب شدہ کتب روانہ کر رہا ہوں اور اون کو بورڈنگ میں حفاظت سے

کے ساتھ رکھنا بہتر ہوگا۔ یہ کتابیں جماعت صغیر کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ہر جماعت
کے لڑکوں کے لئے منتخب کی گئی ہیں وہ خاص طور پر مڈل اسکول اور میٹرکولیشن
کے طلبہ کے لئے مفید ہیں جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے ہر مضمون کے متعلق
کتابیں فراہم کی ہیں دیگر کتب کے لئے میرے پاس کافی رقم نہیں ہے اس بارہ
میں آپ کو یا چچا جان کو لکھنا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ آپ کو یہ خیال ہوگا
کہ میں ہمیشہ روپیوں کا خواہاں رہتا ہوں لیکن بہر حال اگر آپ تھوڑا
بہت روپیہ بھجوا دیں تو بہت مناسب ہوگا۔

مغربی تعلیم

ابتک طلسانیین (یعنی گریجویٹ) کے متعلق میرا خیال کچھ اور تھا اس لئے کہ میں اون کو جامعہ
مدراس کے گریجویٹز کو مدنظر رکھتے ہوئے جانچا کرتا تھا ایک ایسا شخص جس نے
بی اے کی ڈگری سائنس کے مضامین کے ساتھ حاصل کی ہے اب تک
بھی نہیں جانتا کہ پانی کا کوئی خاص رنگ نہیں ہوتا میں کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہوں
کہ میں نصاب تعلیم کی تکمیل کے بعد کسی بھی جامعہ کے طیلسان کے مقابلہ میں
زک نہیں اٹھاؤنگا یہ بیجا مفاخرت تو نہیں بلکہ ایک امر واقعی ہے۔ اس لئے
آپ کو برٹش یونیورسٹی کے متعلق اس امر کی تشویش نہونی چاہئے کہ وہ کسی دوسرے
یونیورسٹی کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتی۔

۶-۲-۲۶ | ہندوستان میں میرا یہ خیال تھا کہ تھوڑی سی محنت کے بل بوتے پر جماعت میں امتیاز حاصل کر لوں گا اور یہ خیال کالج کی شرکت تک باقی رہا مگر بعد میں یہ سارا خیال پادر ہوا ہوگیا بے انتہا ممکنہ محنت جس کا میں متحمل ہو سکتا ہوں صرف مجھے اس قابل بنا سکتی ہے کہ میں جماعت کا ساتھ دے سکوں لیکن آنرز کی ڈگری کے حصول کے لئے ایک شخص کو کم از کم یا تو کسی ہندوستانی جامعہ سے سائنس کی ڈگری لینی چاہئیے یا یہ کہ وہ فوق الفطرت ذکاوت کا سرمایہ دار ہو۔

۲۲-۱۲-۲۶ | میں یہاں کے بچوں کو بہت پسند کرتا ہوں ان کا طرز عمل اس قدر پسندیدہ اور دلیری اور جرأت پر مبنی ہوتا ہے کہ ایک بیس سالہ نوجوان بھی ان کی ہمسری نہیں کر سکتا ان کو قطعاً اس بات کا خیال نہیں کہ خوف و خطر کس چیز کا نام ہے۔ والدین اون کے ساتھ نہ تخویف سے کام لیتے ہیں اور نہ دھمکی سے چھوٹے بچے سیر و تفریح یا خریداری کے لئے اس حالت میں باہر نکلا کرتے ہیں کہ اون کے ساتھ کوئی نگران کار نہیں ہوتا اون کی تعلیم و تربیت کا طریقہ جداگانہ ہے۔ اُن سے کبھی ضرورت سے زیادہ کام نہیں لیا جاتا انگریزوں کی طاقت کا اصلی راز بچوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت میں مضمر ہے وہ وسیع معلومات عامہ رکھتے ہیں۔

پیارے چچا! آپ میری جرأت کو معاف فرمائیے اگر میں یہ کہوں

کہ اون کی تعلیم و تربیت آجکل خاطر خواہ نہیں ہوتی بہت کچھہ ان کو از بر
کرنا پڑتا ہے اور بہت کم اون سے دماغی محنت لیجاتی ہے اون کے دماغوں کا
کافی نشو و ارتقا نہیں ہوتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اصلی تعلیم
کے دائرہ میں قدم رکہتے ہیں تو ان کے دماغوں میں جدت اور اپچ کی
صلاحیت نہیں رہتی میرا خیال ہے کہ مدارس میں ان کے امتیازی درجہ
کو نظر انداز کرتے ہوئے مکان پر ان سے بہت کم کام لینا چاہئے اگر وہ
بری صحبتوں سے محفوظ رہیں تو ان کی ترقی یقینی ہے خواہ ترقی کی رفتار
کسیقدر سست کیوں نہ ہو کچھہ دنوں قبل جبکہ میں اپنی موٹر سیکل کے قریب
کہڑا ہوا تہا دس یا گیارہ برس کے ایک لڑکے نے مجھہ کو نہایت جرات کیساتھ
یوں مخاطب کیا کہ جناب من آپ کی موٹر سیکل میرے خیال میں اسپورٹس
ماڈل سن نیم ہے اور پہر مجھہ سے دریافت کرنے لگا کہ آیا یہ خیال درست
ہے یا نہیں میں نے اثبات میں جواب دیا جس پر اوس نے مشینری کی تفاصیل
اور متعلقات کے بارہ میں سوالات کئے جس سے یہ ٹپکتا تہا کہ وہ ایک پختہ کار
انجنیر ہے مجھے تعجب ہے کہ اوس نے معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ کہاں سی
فراہم کیا تیرہ یا چودہ سال کے لڑکے ایک گہنٹہ کے لئے بہی اپنے گہروں پر
کام نہیں کرتے بلکہ اپنا وقت کہیل کود یا سیر و تفریح میں گزار دیتے ہیں
ان خیالات کے اظہار سے میری مراد طعن و تشنیع نہیں اس لئے اگر میں اپنی

حد سے اتفاقاً متجاوز ہو جاؤں تو آپ مجھے معاف فرمائیں مسٹر . . .
کا خیال ہے کہ انسان یورپ اور امریکہ جانے سے انسان بنتا ہے۔

۲۲-۴-۰۷ | میں اس خیال کو آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے
لڑکوں کو جسقدر آزادی دی جاتی ہے وہ کم ہے اور اس سے زیادہ آزادی
درکار ہے۔ آزادی کے فقدان سے نظر میں وسعت باقی نہیں رہتی ہم اپنے
لڑکوں کا مقابلہ انگلستان یا دوسرے یورپی ممالک کے لڑکوں سے نہیں
کر سکتے اس لئے کہ اون میں اور ہم میں بہت بڑا فرق اور امتیازات پائے
جاتے ہیں لیکن بایں ہمہ ہم اگر اپنے بچوں کو زیادہ آزادی دیدیں تو ہماری
حالت درست ہو سکتی ہے۔

۲۲-۵-۲۲ | جیسا کہ آپ کا خیال ہے میں محنت شاقہ کا عادی تو نہ تھا مجھ پر
اب اس امر کا انکشاف ہو رہا ہے کہ وطن کی زندگی دوست احباب کی کثرت
کی وجہ سے مخل کار ہوتی ہے لیکن ممالک غیر میں جہاں موانعات کار مفقود
ہوتے ہیں کام کی رغبت پیش نظر رہتی ہے پست اور از کار رفتہ لوگ بھی چل
نکلتے ہیں۔ مجھے آپکے ساتھ پورا پورا اتفاق ہے کہ آیندہ تعلیم کے متعلق
قبل از قبل رائے قائم نہ کرلی جائے۔ لیکن میں اپنے طرف سے ضرور
کہونگا کہ اگر کسی شخص نے کوئی ایسی رائے بھی قایم کرلی تو بے سود ہوگا۔
کیونکہ یہاں کا نظام تعلیم ہمارے ہاں کے نظام تعلیم سے بالکل مختلف ہے

ہندوستان کے دو تعلیمی سال میں جتنا کام لیا جاتا ہے وہ یہاں صرف ایکہی
سال میں سر انجام پاتا ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے برخلاف
اس امر کی کوشش نہیں کی جاتی کہ ایک شخص کو ہر فن کی ناتکمل تعلیم دی جائے
یہ لوگ صرف اسیقدر کام لیتے ہیں جو معمولی ذرایع کے اختیار کرنے سے
نکلسکتا ہے ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس متعدد ایسے مدرس ہوتے ہیں
جو ہماری ذاتی قابلیت کو ملیا میٹ کر کے ہم کو کاہل اور ناکارہ بنا دیتے
ہیں یہاں دستور تو یہ ہے کہ طلبہ کو مدارس کے علاوہ صرف اپنی ہی ذات
پر تکیہ کرنا ہوتا ہے۔

۴۲-۵-۲۴ | یہاں کے لوگوں کے دلوں میں حیات اور حریت کی پوری
قدر و قیمت ہوتی ہے اور وہ ان سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں یہ لوگ ہماری
بہ نسبت ہر چیز کے متعلق بدرجہا زیادہ معلومات رکھتے ہیں ایک سترہ سالہ لڑکا
میرے ساتھ رہتا ہے مجھے شرم لاحق ہوتی ہے کہ میں ایسا کوئی مضمون نہیں
چھیڑ سکتا جس پر یہ لڑکا بحث نہ کرسکتا ہو علاوہ ازیں اس کو دو یا اس سے بھی
زیادہ چیزوں میں دستگاہ بھی ہے ایک سال سے زیادہ اوس نے الکٹرک
انجینیرنگ کی ٹریننگ بھی حاصل کی ہے۔

. . . یہاں کے باشندوں کے ساتھ میل جول رکھنے کے بعد میں نے اس
فرق کو خوب محسوس کیا ہے جو ہم میں اور اُن میں پایا جاتا ہے۔ یہاں ہمارے

برخلاف ہر متنفس کیا مرد کیا عورت اور کیا لڑکے سب کے سب اپنی ذات پر اعتماد رکھتے ہیں۔

۱۷-۲-۲۵ | اس میں شک وشبہ کی گنجایش نہیں کہ ہم جرمنی میں بہ نسبت انگلستان کے بہت زیادہ سیکھ سکتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ باشندگان انگلستان میدان سائینس میں بہت پیچھے اور انکا طرز تعلیم ناقص ہے کسی شخص کیلئے وہاں کماحقہ سیکھنے پڑھنے کا موقعہ نہیں ہیں جب دوبارہ کام شروع کرونگا تو جرمنی یا قطع نظر انگلستان کے دوسرے ولایتوں کو اختیار کروں گا اسوجہ سے کہ ان کا طرز تعلیم ناقص اور ان کا برتاؤ حقارت آمیز ہوتا ہے ہم کو ہمیشہ یہ باور کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان کا غلام تصور کریں کسی انگریز کے ساتھ اخلاص ومحبت کا پیدا کرنا اس لئے ناممکن ہے کہ ان میں رنگ کے امتیازات اور متعصبانہ خیالات پائے جاتے ہیں یہاں ہم کو صرف پردیسی سمجھا جاتا ہے اور اطمینان اور آزادی میسر ہے انگلستان کا تو یہ حال ہے اور یہاں گو ہماری حیثیت ایک غیر ملکی کی ہی ضرور ہے مگر راحت اور چین کے ساتھ رہنے بسنے کے مواقع حاصل ہیں ہندوستان میں ہم لوگ قطع نظر دوسرے ممالک کے انگلستان کو تہذیب وتمدن کا ٹھیکہ دار سمجھتے ہیں۔

۵-۱۰-۲۵ | برلن میں ہمارے ساتھ انگلستان کی طرح حقارت آمیز برتاؤ

نہیں کیا جاتا۔ انگلستان میں ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر یہاں ہماری حیثیت صرف ایک غیر ملکی کی سی ہے۔

۲۵ - ۱۰۰۲	مجھے اس بات کا احساس ہو چلا ہے کہ یہاں کا نصابِ جات

میں جدید عملی تجربات اور طریقہ ہائے کار کو حاصل کئے بغیر کوئی شخص یوروپی تعلیم سے کچھ بھی فائدہ نہیں حاصل کر سکتا۔ میرا خیال ہے کہ بعض کتابوں کے پڑھ لینے سے کسی شخص میں قابلیت پیدا نہیں ہو سکتی ہندوستان اور انگلستان میں مدارس کی پابندی از بس ضروری سمجھی جاتی ہے حالانکہ جرمنی میں جامعات کے طلبہ کو اس بات کا موقعہ دیا جاتا ہے کہ طلبہ اپنے لئے جو راستہ چاہیں اختیار کریں یہاں درسگاہوں میں حاضری کا تعین نہیں ہوتا اور نہ کامیابی امتحان کے لئے کوئی وقت معین کیا جاتا ہے طلبہ امتحان میں جب چاہیں شریک ہو سکتے ہیں مگر شرط یہ ہوتی ہے کہ شرکت کے قبل ایک مقالہ پیش کیا جاتا ہے۔ امتحان زبانی ہوتا ہے جس کی وجہ سے دھوکہ دہی سے کام نہیں چلتا اور ذکی طلبہ کے لئے کامیابی کا یقینی موقعہ ہاتھ آجاتا ہے یہ نظام تعلیم طلبہ میں بڑے بننے کی امنگ ہی پیدا نہیں کرتا بلکہ گھر کے بھی اثرات اسقدر دور رس ہوتے ہیں کہ وہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک پیشہ کے اختیار کرنے کے قابل بنا دیتے ہیں وہاں دوسرے ممالک یا ہندوستان یا اور دوسرے

مشرقی ممالک کی طرح خانگی زندگی کی گوناگوں پیچیدگیاں نہیں ہوتیں
میری دانست میں ان نوجوانوں کے اکثر و بیشتر حصہ جن سے انگلستان
میں ملاقات ہوتی ہے صرف تین مقصدوں کو مرکوز خاطر رکھتا ہے
ایک جماعت کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ انگلستان سے واپس جانے کے بعد
اپنے نام کے ساتھ انگلنڈ ٹرنڈ کا دم چھلہ لگائیں دوسری جماعت کا
مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو موزوں ملازمت کا مستحق بنالیں اور تیسری
جماعت کا مقصد تضییع دولت اور تضییع اوقات کے سوا کچھ نہیں ہوتا پہلی
دو جماعتوں کے مقاصد کچھ وقعت نہیں رکھتے اور تیسری گروہ کا
مقصد ہر جگہ پورا ہو سکتا ہے وہ لوگ جو جرمنی سے آیا کرتے ہیں یا تو
یوں ہی آجاتے ہیں یا کسی نہ کسی چیز کے سیکھنے کے لئے بھیجوائے جاتے
ہیں۔ میری ایک جرمن طالب علم سے جو انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کرتا
تھا ملاقات ہوئی ان میں اور انگلستان کے گریجویٹس میں بڑا بین فرق
ہوتا ہے اور وہ حقیقی معنوں میں انجینرز ہوتے ہیں اگر حصول ملازمت
کی جستجو نہ ہو تو طلبہ کو بجائے انگلستان کے دوسرے ممالک کو بھیجنا
زیادہ مفید ہے مثلاً ڈاکٹری کے لئے وائنا یا جرمنی کو بھجوانا چاہئے
اور کیمیا یا سائینس یا انجینرنگ کے لئے جرمن ہی زیادہ موزوں ہے۔
بلاشبہ بعض ایسے مضامین بھی ہیں جن کے لئے انگلستان زیادہ موزونیت

رکھتا ہے مثلاً سیول سرویس بی۔ایس۔سی اور قانون۔ سچ تو یہ ہے کہ میں آپ سے ضرور یہ کہوں گا کہ اگر وہ سہ سالہ زمانہ جو میں انگلستان میں گذارا مجھے واپس دیا جائے تو میں دوبارہ انگلستان کو جانے کے لئے آمادہ نہیں۔ میں اگر اون نقائص کو گنواؤں جو انگلستان کی تعلیم میں پائے جاتے ہیں تو آپ کا ضرور یہ خیال ہوگا کہ میں تعصب سے کام لے رہا ہوں حالانکہ میں تعصب سے کوسوں دور ہوں۔

۲۴-۹-۲۶ | یورپ نے اگرچہ کئی ہندوستانی خیالات میرے دماغ سے دور کئے ہیں مگر ان خصوصیات اور محاسن کو جن پر ہندوستان ناز کر سکتا ہے۔ یورپ نے مس تک نہیں کیا ہے میرا انشا یہ ہے کہ میں بزرگوں کی تعظیم و تکریم کا خیال ملحوظ رکھوں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ اندھا دھند تقلید کے تحت ایسا کیا جائے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ترتیب و تنظیم نہیں ہوتی۔ حالانکہ یورپ کے باشندے تنظیم کے دلدادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کا کوئی کام اس کے باہر نہیں ہوتا۔

۱-۱۱-۲۶ | المانی نظام تعلیم کو دیکھ کر مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوتا ہے جو تین برس میں نے انگلستان میں گزار دئے وہ دراصل جرمنی کے ایکسال کے برابر ہیں انگلستان میں نہ تو جرمنی کا طریقۂ تعلیم رائج ہے اور نہ وہاں کے سے پروفیسر ہیں بہرطور اب کوئی علاج نہیں ہے اس بات سے

بڑی مسرت ہوئی کہ پی ... کے نام وظیفہ تعلیمی جاری ہوا وہ اس کے
مستحق ضرور تھے مگر ان کو اس کی چنداں حاجت نہ تھی حیدرآباد کا
ایک مضحکہ خیز دستور ہے کہ جو لوگ دور دست ممالک جانے کی استطاعت
رکھتے ہیں انہیں کو وظایف تعلیمی دئے جاتے ہیں بہر حال مجھے اس سلسلہ
میں تو خوشی ہوئی۔ اس کا اصلی سبب یہ نہیں کہ وہ میرے ہم قوم ہیں بلکہ
مجھے یقین ہے کہ وہ یورپ میں ایسی چیزوں کو حاصل کرسکیں گے جنکا ان کو وہم وگمان بھی نہ ہو
اگر بجائے انگلستان کے وہ جرمنی فرانس آسٹریلیا یا ترکی کو چلے جائیں تو بہت بہتر ہوگا اسلئے کہ تعلیمی سائنٹفک
کی حالت انگلستان میں کامل نہیں ہے۔ میں سنتا ہوں کہ ... جرمنی آرہے ہیں انکی
لئے سب سے بہتر چارہ کار یہی ہو سکتا ہے۔ سیر و سیاحت ہی کے ذریعہ آپ
اپنی نظر میں وسعت پیدا کر سکتے ہیں بہر طور دیگر دولت مند اشخاص
امریکہ اور یورپ کی سیر کر سکتے ہیں

ادب

| ۲۵-۲-۱۷ | اکسفورڈ میں ایک ہندوستانی مجلہ شائع ہورہا ہے میں نے ایک

مضمون اس کے حوالہ کیا ہے معلوم نہیں کہ اوس کو شایع کیا جارہا ہے کہ
نہیں مضمون کا عنوان حیدرآباد ہے میں اوس مضمون کی ایک نقل روانہ
کررہا ہوں کیا ہی اچھا ہوگا کہ بورڈنگ کے مجلس مباحثہ میں اسکو

پڑھا جائے۔

رسومات ازدواج پر ایک نظر

ہماری لڑکیوں کو ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے گپ بازی کرنے اور کھانے پکانے کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دوڑ باورچیخانہ کی حد تک محدود ہوتی ہے ان کے معلومات بھی صرف چند گھروں کی حد تک محدود ہوتے ہیں ہمکو ہمیشہ قومی احساسات اندھا دھند تقلید اور اوسی قسم کی دوسری بیکار چیزوں کا خیال دامنگیر رہتا ہے کبھی ترقی کرنے کا خیال ہم کو نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی میں ہندوستانی اخبارات میں یہ دیکھتا ہوں کہ یورپ کی عورتیں اور لڑکیاں بلا کسی مقصد کے گھومتی رہتی ہیں یہ بالکل غلط ہے یہاں تو وہ سخت سے سخت کام کو مردوں کے دوش بدوش انجام دیا کرتی ہیں اگر ہمارے ہندوستانی مرد ان عورتوں کی طرح محنت و مشقت کے عادی ہو جائیں تو ہندوستان کی یہ شرمناک حالت بدل جائے گی اور وہ ایک غلام ملک شمار نہیں کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم لوگ لڑکی کو سن بلوغ کو پہونچنے سے قبل اپنے گھروں سے بیدخل کرنیکی فکر میں لگجاتے ہیں اگر کسی لڑکی کا شوہر اسکی صغر سنی ہی میں مرجائے

تو اوسکی دوبارہ شادی کردینکی فکر ہی نہیں ہوتی غریب لڑکی
اپنی زندگی کے دن بقید ایام کنواریوں کیطرح بسر کردیتی ہیں
اور ایسی لڑکیاں ہزاروں کی تعداد میں پائیجاتی ہیں ان کمسن
بیوا ونکا ہم کو خیال نہیں ہوتا ہم اسطرف خاص طور پر توجہ کرتے ہیں
کہ اپنی لڑکیونکا بیاہ رچائیں گویا ہم اس طرح اپنے گھروں کو انسے
پاک صاف کرکے ایک شاندار جلوس کے ساتھ جو عربونکی ایک جماعت
اور گیس لائیٹ پر مشتمل ہوتا ہے دوسرے گھر روانہ کردیتے ہیں کھانے
پینے کا خوب انتظام کیا جاتا ہے اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے
لڑکے اور لڑکیونکی شادی میں ہم ایسی گرمجوشی دکھاتے ہیں کہ گویا خود
ہماری ہی شادی ہورہی ہے میرا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ایسی لایعنی افعال کا ارتکاب
آپسے بھی ہوگا ۲۲-۲-۲۷ میری دانست میں ہم کو اپنی لڑکیونکی شادی
جس طرح ہمارے ملک میں عام طور پر رواج ہے صغر سنی میں ہرگز نکرنی
چاہئیے اون کی شادیکو ان کے بیس سالہ ہونے تک اٹھا رکھنا مناسب
ہے۔ جو لوگ مغربی ممالک کی سیاحت کا موقعہ اور وہاں جاکر یورپ کی
طرز معاشرت کا بطور خود معائنہ کرسکتے ہوں تو کم از کم اگر ممکن ہو تو اونکی
شادی تو یورپ سے واپس ہونیکے بعد ہونی چاہئیے اس لیے کہ ممالک
غیر کی سیاحت سے نقطۂ نظر میں تبدیلی اور خیالات میں نشاوت ہوتی ہے

کیا ہی اچھا ہوگا کہ بصورت امکان لڑکیوں کو ممالک غیر کی سیاحت کرنے اور نئے خیالات کے قایم کرنے کا شادی کر دینے سے قبل موقعہ دیا جائے۔

اگر لڑکی تعلیم یافتہ اور وسیع النظر ہو تو یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کی رائے کو اس شریک زندگی کے متعلق جس کو آپ اوس کے لئے منتخب کر رہے ہوں نظر انداز نہ کیا جائے۔ کوئی اخلاقی قانون کسی باپ کو ابات کا حق نہیں دیسکتا کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی اسکی مرضی کے خلاف کر دے آپکا شاید یہ خیال ہوگا کہ یورپ کو جانے کے بعد شادی اور ازدواجکا یہ نیا فلسفہ میرے دماغمیں پیدا ہوا مگر سچ تو یہ ہے کہ میں کبھی ہمارے قدیم مروجہ طریقہ ازدواجکا حامی نہیں رہا اگر آپ بھی مذکورالصدر طریقہ ازدواجکی پابندی کے حامی ہو جائیں تو یہ اولاد پر بجا ظلم اور بیموقعہ تشدد سمجھا جائیگا ہمارے خیالات کتنے درست اور ہمارا عمل کتنا ہی جائز اور انصاف پر مبنی کیوں نہ ہو انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جمہور کی رائے پر عمل کریں۔

ان دفعات کے تحت خاندان کا سرپرست گوناگوں مشکلات میں مبتلا ہوجاتا ہے لوگ قبل از قبل ابا سکا پتہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ متعلقہ جماعت کے لوگ تعلیم یافتہ اور جامعاتی امتیازات سے بہرور ہیں یا نہیں یہ سب کچھ غیر ضروری ہے ہم کو اس معاملہ میں صرف یہ دیکھنا چاہئیے کہ خاص

اس شخص میں کوئی قابلیت، خوبی یا امتیاز خصوصیت پائی جاتی ہے یا نہیں
جب اس بات کا پورا پورا پتہ چل جائے تو رسومات ازدواجی کی تکمیل کے بعد
ہمارے لئے مایوسی اور تاسف کا کوئی امکان باقی نہیں رہیگا۔ میری رائے
تو یہ ہے کہ ایک شوہر کے لئے صاحب ثروت ہونے کے مقابلہ میں محنت شاقہ
کا عادی ہونا زیادہ ضروری ہے۔ دولتمند کی بہ نسبت وہ شخص جسکو اپنی
ذات پر اعتماد ہو ایک کامیاب شوہر بن سکتا ہے۔

۱۰-۵-۲۷ میں نے کوتوال صاحب کو یہ لکھا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ حضرات
اپنی شادیوں کے اخراجات کا بیس فیصد حصہ بورڈنگ کے لئے وقف
کر دیں۔ تاکہ ایک وظیفہ تعلیم کا اجرا ممکن ہو سکے کئی بیجا اخراجات برتنوں
اور دوسروں کے کھلانے پلانے میں عائد ہوتے ہیں۔ بجائے اس کے نفع بخش
کام سرانجام پا سکتے ہیں۔

۲۸-۲-۲۰ بڑا افسوس ہے کہ کو میدنی کی شادی میں میں حصہ نہیں
لے سکتا۔ ہمارے ہاں شادی سے یہ مراد ہوتی ہے لڑکی کو ایک کنیز کیطرح
دوسرے کے حوالہ کیا جاتا ہے اس کے سوا ہمارے لئے اور کوئی چارہ کار
بھی نہیں۔ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ تین بھائیوں کے بعد ایک بہن ہے جو
ہم سے رخصت ہو رہی ہے۔

۲۸-۳-۱۰ کمیدنی کی شادی ہو رہی ہے اور اس کا رشتہ ازدواج

رام دیورا و کیساتھ قایم ہو رہا ہے ہم کو چاہئے کہ اوس کی بہی خواہی کریں اور رام دیورا و سے بے اعتنائی نہ برتیں۔ کیونکہ موخرالذکر کی خوشحالی کیساتھ انکی خوش حالی وابستہ ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ حیدرآباد میں کیا کر رہے ہیں۔ اون کا فرض ہے کہ حیدرآباد کو چھوڑ کر ممالک غیر کی سیاحت اور ان کے متعلق معلومات کا ایک ذخیرہ فراہم کریں۔ انکو حیدرآباد میں بیکار نہ رہنا چاہئے۔ آپ پر بھی واجب ہے کہ ان کے باہر بھجوانے کا انتظام اپنے ذمہ لیں۔

یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے شادی کے موقعہ پر بورڈنگ ہوسکو پچاس ہزار روپیوں کا گرانقدر عطیہ دینے کا وعدہ کیا ہے اس رقم کو اس شرط پر ایصال کرنا چاہئے کہ مزید اتنی ہی رقم کی فراہمی کا بورڈنگ ہوس کے منتظمین وعدہ کریں۔ اگر اسقدر رقم فراہم نہ ہو سکے تو کوئی مضایقہ نہیں آپ کے پچاس ہزار روپیوں کو سرکاری تمسکات پر صرف کیا جائے تو تقریباً دوسو روپیہ ماہانہ سود ملسکتا ہے۔ آپ سے مخفی نہیں کہ رڈی قوم کا عام پیشہ زراعت ہے ایک اچھے تعلیمیافتہ کو ہر دو سال کے اختتام پر کسی زرعی درسگاہ کو برائے تعلیم ایک سو روپیہ ماہانہ وظیفہ کے ساتھ بھجوانا چاہئے اور وظیفہ کو دو سال تک اس شرط پر جاری کرنا چاہئے کہ زمیندار جب کمانے کے قابل ہو جائے تو اسکو بہ تمام و کمال ادا کرے۔

غلامی اور پردہ

میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی تنقید ایک حد تک اس شرط پر درست معلوم ہوتی ہے کہ میرے مکتوبات کو ایک دوسرے ہی زاویۂ نگاہ سے جانچا جائے ہمیشہ میرا یہ اعتقاد رہا کہ غلامی خواہ وہ کسی شکل میں کیوں نہ ہو ناجائز اور قابل انسداد ہے اس موضوع پر مباحث کا دوسروں کے تعاون میں اس پر انحصار نہیں۔ علاوہ ازیں جو مثالیں میں نے پیش کی ہیں وہ معمولی سی ہیں۔ میرے بعض مسلمان دوست تو ان غلاموں کے متعلق اس سے بھی زیادہ بری خبریں سناتے ہیں۔

پردہ کے متعلق میں یہ نہیں کہتا کہ وہ ایک ہی دن میں اٹھایا جا سکتا ہے۔ میری اس کے تذکرہ سے یہ مراد نہ تھی کہ پردہ جنوب اور شمال کی طرف سے ہم میں رواج پا گیا۔ بہر صورت میں اپنی برات پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

۲۰-۴-۲۶ | مجلس اقوام کے متعلق پہلی رائے کی حد تک میں متفق ہوں اس کے تذکرہ سے میرا یہ مطلب نہ تھا کہ میں اسکی رپورٹ پر اعتماد رکھتا ہوں بلکہ میرا یہ منشا تھا کہ اس موضوع پر آئندہ قلم نہ اٹھانے کا ایک موقعہ مل جائے غلامی کی حمایت اور اس کے ساتھ وابستگی کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

خواہ وہ ہندوستان یا دنیا کے کسی اور ملک میں کسی ہی شکل میں کیوں نہ ہو
آپ کو معلوم ہے کہ ایک شخص کو آدمی پایا لو ؟ (باندیان) کے بچوں کو جو اس
خاندان کے افراد میں شمار کئے جاتے ہیں نیم برہنگی اور کثافت کی حالت
میں دیکھتے ہوئے کیا کچھ ملال نہیں ہوتا۔ اون کیساتھ جو کچھ سلوک کیا
جاتا ہے آپ اوس کا اندازہ اپنے خاندان پر جو جائز مراعات کے برتنے
کی حد تک کافی تعلیم یافتہ ہو قایم کرتے ہیں۔ ہمارا اون کے ساتھ جو کچھ برتاو
ہے وہ مجھ سے مخفی نہیں۔ اوران کے ساتھ جو کہ مراعات برتے جاتی ہیں
وہ بھی پردہ اخفا میں نہیں ہے۔ میں نے جو قصہ لکھا تھا وہ ایک ایسے واقعہ پر
مبنی تھا جو درحقیقت فلاں کی لڑکی پر گزرا۔ یہ بات میرے ذہن کی پیداوار
نہ تھی۔

۲۴-۴-۲۰ | ہندوستانی زندگی کے حق میں اگر کوئی چیز زہر قاتل ہے تو
وہ صرف پردہ ہے۔ وہ کم و بیش ہماری عورتوں کو بیجان کر دیتا ہے۔
جب میں یہاں کی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور اون خدمات پر جو اپنے
ملک و ملت کے لئے انجام دیتی ہیں غور کرتا ہوں تو مجھے اپنی حالت زار
پر افسوس ہوتا ہے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہندوستانیوں کا گزرا ہوا
زمانہ کیونکر شاندار ہو سکا۔ بہرحال مجھے توقع ہے کہ سب کچھ رفتہ
رفتہ دور ہو جائے گا۔

مختلف مباحث پر خیال آرائیاں

...مسٹر... آجکل برلن میں زیر تعلیم ہیں وہ جرمنوں کی بری حالت اور افلاس کے متعلق لکھا کرتے ہیں آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ انگریز ہم کو اس بات کے باور کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ جرمن ایک جابر اور ظالم قوم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جرمن بحیثیت ایک قوم کے بڑے فراخدل اور فیاض ہیں۔

۱۴-۴-۲۳ | مستقبل کے متعلق تردد اس لئے بیفائدہ ہے کہ وہ ہماری قدرت کے باہر ہے بچوں کے مستقبل سے متعلق آپ دل پر بار نہ لیجئے

۱۴-۶-۲۳ | وہاں موسم گرما کی جیسی کچھ حالت ہوتی ہے افراد آسکے باوجود لڑکے جو کچھ کام کرتے ہیں میرے لئے ایک قابل استعجاب امر ہے ہماری گرانی اور سستی کا اصلی راز یہی ہے اور اسی وجہ سے ہم کام کرنیکے قابل نہیں رہتے۔ بہرطور مجھے ان باتوں سے کچھ سروکار نہیں

۸-۸-۲۳ | مجھے کبھی اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کے خط نے میری روح میں افسردگی پیدا کردی بھلا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ ایک ایسے شخص کو اپنی حالت اور ماحول کا کافی مطالعہ کرنیکا موقعہ ملا ہو اگر میں اپنے متعلق بھی یہی کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

۱۹-۱۰-۲۳ | میں سمجھتا ہوں کہ آپ سختی کیساتھ محنت کر رہے ہیں ایسا کرنا آپ کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہوگا۔ پیارے چچا اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ دنیا میں دولت ہی سب کچھ نہیں ہے تو ہم کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ اطمینان و مسرت بھی ناقابل فروگزاشت ہیں اس طرح ہم اگر صحت جسمانی کھو بیٹھیں تو اطمینان و مسرت سے بھی محروم رہ جائینگے یہ ناگوار خاطر گزرے تو امید ہے کہ معاف فرمایا جائیگا۔

۲۶-۱۲-۲۳ | میرا خیال ہے شائد میں غلطی پر ہوں ہمارے لوگ کسی نہ کسی کی پشت پناہی کے محتاج رہتے ہیں جو ہمیشہ اونکے قریب رہیں اور دم لا دیگران سے کام لیتا رہے۔

۲۰-۲-۲۴ | گھوڑسہ بازی ایک اچھا اور سائنٹفک لعب ہے میں اسکی دیکھنے کے لئے ہفتہ میں ایک مرتبہ جایا کرتا ہوں کاش جسقدر وقت مجھے ملتا ہے اس سے زیادہ مجھے نصیب ہوتا کہ اس لعب کے ایکبار سے زیادہ دیکھنے کی تمنا پوری ہو جاتی۔

کیا آپنے مصری مصالح آلو دلاش کے متعلق کچھ اخبارات میں دیکھا ہے میرے مصری کئی ایک دوست ہیں جو یہ لکھتے ہیں کہ مقبرہ کا پتہ چلا لیا گیا اور ان تمام اشیا کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ اب مسٹر ... آدھے حصہ کے دعویدار بن بیٹھے ہیں۔ اہل مصر اگر انکو کچھ اور دینے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ ان کا اپنا

قصور ہے دیکھا جائے تو وہ مجبور بھی ہیں یوروپی اقوام ان کے گلہ
کا ہار بن بیٹھے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ترقی سائینس کی خاطر
وہ تحقیق و تفحص کیا کرتے ہیں اور یہ کہ اون کو ذاتی منفعت کا کوئی
خیال نہین۔ مجھے تو اس منافقت پر ہنسی آتی ہے۔

۵-۳-۲۴ عزیزم۔ آپ اس کا دل پر کچھ اثر نہ لیں ناکامی ایک
غیر مانوس چیز تو نہیں ہے کارہائے نمایاں کے سر انجام پانے کے لئے
لوگوں کے تلخ تجربے اور صدہا ناکامیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے میرا
ارادہ ہے کہ ڈسمبر میں برلن جاوں اور سمن سوس (بجلی والے) کے
کارخانوں میں کام کروں۔ میں ان ہی کے ساتھ کام کرنا چاہتا
ہوں اس لئے کہ اس صورت میں ایک موقع ہے کہ وہ مجھے اپنے
انجینیر کی حیثیت سے شاید ہندوستان بھجوائیں (مولف کا بیان ہے کہ
چار سال کے بعد اونکے حسب خواہش ہوا) آپ بہترین کام جو کر سکتے ہیں
وہ یہ ہے کہ ان تمام مشکلات سے برات حاصل کر کے بلاد یوروپ کی سیر کریں
جہاں یقیناً آپ کاروبار کی اہمیت کو معلوم کرنے کے قابل ہو سکیں گے
اب تطویل سے فائدہ نہیں آپ جو حیلہ جوئی کر سکتے ہیں وہ مجھے معلوم ہے
آپ کو عدم فرصت ہونے اور کاروبار میں ہرج واقع ہونے اور زیرباری
کے عذرات ہیں۔ ان تینوں باتوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ

سمت سے محنت و کاروبار کو عزیز رکھتے ہیں۔ عزیز من جس دولت سے ہم فائدہ نہ اوٹھا سکیں وہ ہمارے کس مصرف کی ہے ہمارے ملازمین ایک حد تک میرے خیال میں کسی مصرف کے نہیں ان کو اس بات کا یقین ہے کہ ان کو ہم اپنی نرم دلی کی وجہ سے نکال نہیں دیں گے علاوہ ازیں اون کو یہ بھی معلوم ہے کہ ملازمت کا حصول آسان اور ملازموں کا موجودہ تنخواہوں پہ ملنا محال ہے۔

۱۰-۶-۰۵ء میں یہ کہوں گا کہ صداقت اور ریاست دو متباین چیزیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں بڑا افسوس ہوا کہ آپ کا مزاج ناساز ہے بالفاظ دیگر آپ ملول اور پژمردہ سے ہیں میں آپ کو یورپ چلنے آنے کی رائے دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نئی دنیا کی سیر اور نئی چیزوں کا مطالعہ آپ کی تمام تفکرات کو دور کر دے گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ فعل نہایت ہی موزوں اور مناسب ہو گا عزیز من وہ دولت جس سے ہم بہرہ ور نہ ہو سکتے ہوں بیکار محض ہے اپنے خط میں آپ نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کے عالمگیر افلاس کا خیال کم از کم طبعی وسائل کا جہاں تک تعلق ہے ایک افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم نے ملک کی ترقی کی نہ تو کوشش کی اور نہ کوشش کر رہے ہیں صرف اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ افلاس ہم سے

دو نہیں ہوتا دیکھا جائے تو ہم ہی جوابدار اور قابل الزام ہیں۔ سخت محنت کرنی چاہیئے اور انکو اباتکا بھی لحاظ رہے کہ اسپورٹس اور دیگر فضائی کھیل کود میں عملی حصہ لیں اس کے دو وجوہات ہیں ایک وجہ میرے ذاتی تجربہ کے مطابق یہ ہے کہ تاوقتیکہ وقتاً فوقتاً تفریح طبع کا ایسا موقع جس میں دماغ پر کم بار پڑتا ہو پیدا کیا جائے لطف حیات سے ہم بہرہ ور نہیں ہوسکتے دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی توجہ دوسری طرف منعطف کرائی جاسکتی ہے اور وہ تاوقتیکہ کوئی ایسی شوق کی چیز جو اون کو پوری طور پر اپنی طرف مائل کرے نہ موجود ہو آسانی کے ساتھ کلفتوں کے شکار ہوسکتے ہیں اس کا مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے ہیں میری کامیابی کا راز میرا غیر معمولی استعداد اور حافظہ کی چستی نہیں بلکہ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ مجھ سے اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس کرا دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ میں کامیابی سے ہم آغوش ہورہا ہوں۔

۱۱-۵-۲۶- میں بزرگوں کی اس رسمی تعظیم و تکریم پر جو ہمارے ہاں رایج ہے فخر کرتا ہوں اور اوس کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہوں لیکن آپ یہ کیسے توقع کرسکتے ہیں کہ ایک شخص اس امر کا صریح اذعان رکھنے کے باوجود کہ اوس کے علم کا دائرہ اپنے بزرگوں کے علم کے مقابلہ میں بہت تنگ ہے کوئی نمایاں کام جو حقیقت میں کرنے کے لایق ہو تکمیل

کو پہونچا سکتا ہے۔ کوئی شخص اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک
کہ اوس کو اپنے نفس پر اعتماد نہ ہو ہم کو ازادانہ رائے قایم کرنے کی تعلیم
نہیں دی جاتی اور بچپن ہی سے ہماری قوت ارادی میں اندھا دھند
تقلید اور بیجا رسومات کی وجہ سے قابلیت باقی نہیں رہتی جن کے مضر
نتایج تمام دنیا پر آشکارہ ہیں۔

۱۵-۶-۰۶ء میرا خیال ہے کہ خط وکتابت کیوجہ سے آپس میں رشتہ ارتباط
محکم ہوتا جاتا ہے اور یہ ملاقات کے لطف کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ
بھی ہے۔ اگر کوئی شخص خط وکتابت ترک کردے تو گویا وہ باہمی تعلقات کو
منقطع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک گونہ بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے۔
میں ابھی تک اسی خیال پر مصر ہوں کہ والدین کو بچوں کی کیفیت سے واقفیت
حاصل کرنی چاہئے اور ان کی استعداد کا اندازہ قایم کرنے کے بعد اوس کو بروئے کار
لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ زمانہ گزشتہ میں غالباً ہمارا نظام تعلیم بہترین
تھا مگر اوس زمانہ میں لوہا۔ فولاد مشینری پیداوار خام تیار شدہ چیزوں کے
بیوپار اور فاضل آبادی کے جیسے مسائل کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے ہم پرانے
ڈھرے پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا نتیجہ دایمی غلامی ہو گا۔
مدرسوں میں ہم کو ازکار رفتہ مضامین کی تعلیم دیجاتی ہے۔ ہم کبھی اس پر غور
نہیں کرتے کہ یہ مضامین کن اغراض کے لئے مفید ہیں اور ہماری زندگی

وہ کونسی خدمت انجام دے سکتے ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ بمشکل فیصدی تین یا چار آدمی ایسے ہونگے جنھیں الجبرا کی تعلیم حاصل کرنے کے صحیح مقصد کا علم ہو۔ طلباء میں آزاد خیالی مطلقاً نہیں پائی جاتی ۔ اور وہ اپنے آپ کو اپنے افعال و افکار کیلئے ذمہ دار نہیں ٹھہراتے ۔ اُن کو یہہ باور کرایا جاتا ہے کہ غیر ذمہ داری کا احساس ہماری زندگی کا ایک معمولی واقعہ ہے ۔

جب بچوں کے والدین سختی کیساتھ نگرانی کرتے ہیں، اور اُن کے مسائل کا حل اپنی طرف سے مہیا کردیتے ہیں ۔ (اگر بچہ کسی مدرسہ میں زیر تعلیم ہو تو یہہ فرایض والدین سے استاد کے سپرد ہو جاتے ہیں) تو ایسی صورت حالات میں ہم یہہ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی آیندہ طرز زندگی کے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار کریں ۔ اس کیلئے یہہ ناممکن ہے کیونکہ آزادی رائے کی صفت اُس کی طبیعت میں سرے سے پیدا ہی نہیں کیگئی اور اُس کو کبھی اس بات کا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے آپ کو اپنے افعال و حرکات کا ذمہ دار ٹھہرائے ۔

۲-۱۰-۲۶ | ہمارے لئے یہہ نہایت ضروری ہے کہ ہم نہایت مستعدی کیساتھ اپنے آپ کو طاقتور بنانے کی کوشش کریں اور سب سی پہلے اپنے خانگی معاملات کو طے کرلیں ۔

۱۲-۱۰-۲۶ | آپ نے ہماری پسماندگی کے تین وجوہات بیان کئے ہیں۔

میراخیال ہے کہ سیاسی حالت اصلی چیز ہے جس پر باقی دو شرایط یعنی تعلیم اور قوت فہم کی، منحصر ہیں۔ اگر ملک کی سیاسی حالت سدھر جائے تو پھر ہر چیز کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

۷-۱۲-۲۶ | ایسا شخص جو کسی کام کو کرنے پر تلا ہوا ہو وقت کی گنجائش نکال سکتا ہے

۲۰-۴-۲۷ | جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے پانی کی کمی، قحط سالی کی شکایتیں بہت سنی ہیں۔ لیکن میں نے کبھی نہیں سنا کہ ہندوستان کے لوگ مرفہ الحال ہیں۔ یہ خستہ حالت یا تو لوگوں کی ذہنیت کی خرابی کے وجہ سے ہوگی یا حالات کے فی نفسہ ناساعد ہونیکا نتیجہ ہوگی۔ مؤخرالذکر صورت میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خستہ حالت کی کیونکر توجیہہ کیجائے۔ زراعت جس پر ہمارے ۸۰ فیصدی ہموطنوں کی زندگی کا انحصار ہے پیمانہ کثیر پر پیدایش دولت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے سیاست داں اس مسئلہ کی تہ کو پہونچنے کے بجائے نفاذ اصلاحات کی مدح سرائی میں محو ہیں۔

۲۱-۱۱-۲۸ | جب تک کہ بچوں کی تربیت کا ماحول بچوں کی ایک کثیر تعداد پر مشتمل نہوگا اور جب تک اُن کو اپنی ذات پر بھروسہ کرنیکی عادت نہوگی وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے ناقابل ہونگے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بُعد و فاصلہ چیزوں کی ہئیت میں فریفتگی پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر اگر ہندوستانی واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کی ہئیت بالکل بدلجاتی ہے اور وہ بیحد سیدھے سادھے اور پیچیدگی سے معرا نظر آتے ہیں۔ اس لئے آپ کے خطوط مجھے تخیینی نظریات سے حقیقت کے طرف کھینچ لاتے ہیں۔ روز بروز میری طبیعت پست ہوتی جاتی ہے۔ مجھے ہندوستان میں آئندہ زندگی کے بسر کرنے کے خیال سے قطعاً کوئی خوشی نہیں ہوتی نہ آپ لوگوں سے ملاقات کرنے اور کسی مفید کام کرنیکا خیال میرے دل میں وطن کو واپس جانیکی اُمنگ پیدا کرتا ہے۔ عام طور پر غیر ممالک سے وطن کو لوٹتے وقت لوگوں کے جو خیالات ہوتے ہیں وہ میرے خیالات سے میل نہیں کھاتے بعض اوقات جب میں یہہ سوچتا ہوں کہ میرے لئے کوئی چیز تشفی کا سامان مہیا نہیں کرسکتی اور میں کبھی حقیقی خوشی سے اکثر مشکل کام کے سرانجام کرنے کے باوجود بھی، بہرہ اندوز نہیں ہوتا تو مجھے اپنی حماقت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ جن کاموں کو میں نے اپنے ذمہ لیا اُن سے ایک بڑی حدتک عہدہ برآ ہونے میں کامیاب ہوا ہوں۔ مجھے آرام سے زندگی بسر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ روپیہ ملتا ہے اور سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ میرے عزیز واقارب مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں لیکن ان تمام

باتوں کے باوجود جب میں اپنے خیالات کا تجزیہ کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں حقیقی معنوں میں خوشی سے ناآشنا ہوں۔

میں یہہ ماننے کیلئے تیار ہوں کہ ہندوستان کے لوگ محنت شاقہ جھیلنے اور ایماندارانہ زندگی بسر کرنیکے خواہاں نہیں ہیں لیکن ان میں یہ صفات کیسے پیدا ہو سکتے ہیں جب ہمارا فرسودہ فلسفہ حیات قناعت کی تعلیم دیتا ہو اور کیریکٹ کے فقدان اور افلاس کی ذلت کی تلقین کرتا ہو۔ اگر اُن کا معیار زندگی ہندوستانیوں کا سا پست ہو تو یہاں کے لوگ بھی ایمانداری کیساتھ گذر بسر کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے فقط

تمت

۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء روز شنبہ

نظم سنہ وفات از جناب مولوی

سید صادق حسین صاحب غبار

سریعِ موت ہے یاں کس کو رستگاری ہے
۱۹۲۹ء

رفیق آپ آج اٹھے کل ہماری باری ہے
۱۳۴۷ھ

مکیں رہا نہ مکانِ لآلیِ غفور
۱۹۲۹ء

نہ حکمران رہا ہے نہ صاحب منشور
۱۳۴۷ھ

کوئی رہا نہ رہیگا مگر خدائے شکور
۱۹۲۹ء

ہوا ہے موت کے مفہوم سے بشر مجبور
۱۳۴۷ھ

سرائے قریۂ ہستی مقام عبرت ہے
۱۹۲۹ء

بشر کے واسطے لاریب یہ ہلاکت ہے
۱۳۴۷ھ

خبر یہ قوم نے اکتیس جنوری کو سنی
۱۹۲۹ء

کہ اٹھا دہر سے پنگل جنار دھن ریڈی
۱۳۴۷ھ

یہ خوابگاہ ہے اک بینظیر طالب کی
۱۹۲۹ء

سمادھ محترم پی جنار دھن ریڈی
۱۳۴۷ھ

پنجشنبہ شب اونیس ماہ شعبان کی
۱۳۴۷ھ

ہوئی جو فرقت دیرینہ جسم سے جاں کی
۱۳۴۷ھ

بسانے فصلی ہیں اُنتیس ماہ سعندار

۳۸ ف ۱۳

نحیف ماں ہوئی بیہوش تو ضعیف پدر

۲۹ ۶ ۱۹

عصائے پیری انظار دیکھ بھی ہے

۲۹ ۶ ۱۹

خزاں جہاں میں پھولا پھلا یہ باغ ہوا

۲۹ ۶ ۱۹

پسر کا داغ زمانہ نہ کردگار دکھائے

۲۹ ۶ ۱۹

مگر جلال مشیت میں دخل ہے کس کو

۲۹ ۶ ۱۹

یہ جتنے ہیں ہمہ ذیروح مرنے لیے ہیں

۲۹ ۶ ۱۹

غباد فائدہ کیا اب کسی پہ گریہ کر

۲۹ ۶ ۱۹

تو چھ تھی پوس بدی شک کی یہ کیش بہار

۵۰ شک ۱۸

سُنی جدا جو ہلاک جواں پسر کی خبر

۴۷ ھ ۱۳

بہمنفس پسرے پی۔ وی راماریڈی ہے

۴۷ ھ ۱۳

وہ باد آہ چلی بدجو گل چراغ ہوا

۴۷ ھ ۱۳

پدر کی موت ہے مرنا جواں پسر کا ہائے

۴۷ ھ ۱۳

خدا کے وعدہ نے ٹھیرا ہی رطب و یابس کو

۴۷ ھ ۱۳

دراز راہ سے مرکر گزرتیو لئے ہیں

۴۷ ھ ۱۳

اُنہی پہ رد ہو جو مرتے ہیں اپنے جینے پر

۴۷ ھ ۱۳

امیر دیکھ اس غم میں صبر کیجئے اب

۲۹ ۶ ۱۹

بجائے چیزے امانت تھی جسکی کرلی طلب

۴۷ ھ ۱۳